Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PDFBOOKSFREE.PK
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جمیل اختر

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

قیمت سات روپے پچاس پیسے

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ
بار اول: ۱۹۸۱ء
تعداد: دو ہزار
ناشر مکتبہ اختر۔ ۵ نیشنل بک ہاؤس
طابع دلپذیر پرنٹرز، لاہور

پیارے دوستو

آپ کے بے شمار خط ملے۔ آپ کی ناراضگی
درست کہ قسط نمبر ۲ آپ کو مارچ میں نہ مل سکی۔
مگر اب آپ خوش ہو جائیں قسط نمبر ۳ "قبر کی دلہن"
حاضر ہے اور اس کے صفحات بھی ۱۶۰ ہیں۔ کیوں ہو
گئی نا پچھلی کمی پوری۔ اب آپ اسے پڑھیں اور
اپنی رائے سے مجھے نوازیں۔

آئندہ آپ کو ہر ماہ دو ناول ملا کریں گے۔

اے۔ حمید

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سونے کا سانپ

ماریا تین دن یروشلم کے ارد گرد ناگ کو ڈھونڈھتی رہی۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ ناگ وہاں کہیں بھی نہیں ہے تو اس نے سوچا کہ اب آگے چلنا چاہیے تاکہ ناگ کو کسی کسی دوسرے ملک میں جا کر تلاش کیا جائے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ناگ کو جادوگر نے جادو کر کے کسی دور علاقے میں یا کسی جگہ پہاڑوں میں پھینک دیا ہو۔ چلنے سے پہلے ماریا کو عنبر کا بھی خیال آیا کہ وہ بغداد سے کس طرف گیا ہوگا۔ ہو سکتا تھا کہ عنبر بھی یروشلم کی طرف آ نکلے۔ ماریا کو ناگ کی فکر لگی تھی۔ وہ وہاں بیٹھ کر عنبر کا انتظار کیسے کر سکتی تھی۔ جب کہ اسے یقین بھی نہیں تھا کہ عنبر ادھر ضرور آئے گا۔

پھر اس کے دل میں ایک انوکھا خیال آیا۔ اس نے ایک پتھر اٹھا کر یروشلم کے شہر کے باہر ٹیلے والی بارہ دری کے ستون پر پرانی مصری زبان میں عنبر کے لیے ایک عبارت لکھ دی۔ اس خیال سے کہ اگر عنبر کا ادھر سے گزر ہو اور وہ اتفاق سے بارہ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ضروری اطلاع

آئندہ عنبر ناگ ماریا کے ہر ماہ دو سلسلے اخباری کاغذ کی بجائے سفید کاغذ پر شائع ہوں گے۔ ضخامت بھی ۱۲۰ صفحات ہوگی اور قیمت ۰۰/۶ روپے ہوگی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وری میں آئے تو عبارت پڑھ کر اسے معلوم ہو جائے کہ ماریا کہاں گئی ہے۔ عبارت یہ تھی۔

"عنبر! ناگ یروشلم کے شاہی محل میں سانپ بن کر طاق میں بیٹھا تھا۔ اس پر شاہی محل کے جادوگر نے جادو کر دیا اور وہ گم ہو گیا ہے۔ میں اس کی تلاش میں افریقہ کی طرف جا رہی ہوں۔ میں ایک مہینہ افریقہ کے شہر کارتھیج کی سرائے میں ٹھہروں گی۔ مجھے ناگ کی تلاش ہے۔"

"ماریا"

یہ عبارت پانچ ہزار سال پرانی مصری زبان میں لکھی تھی۔ جس کو سوائے عنبر کے یا ناگ کے اور کوئی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ ماریا نے بارہ وری سے نکل کر سمندر کا رخ کر لیا۔ وہ سمندر کے اوپر سے گزر کر افریقہ کے ساحل پر پہنچنا چاہتی تھی۔

عنبر قافلے کے ساتھ ملک شام سے یروشلم کی طرف آ رہا تھا۔ قافلہ ابھی یروشلم سے تین دن کے فاصلے پر تھا کہ ایک رات جب یہ قافلہ ایک بستی سے دور پڑاؤ ڈالے آرام کر رہا تھا اور سب لوگ سو رہے تھے۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ عنبر کو تو سونے کی ضرورت ہی نہ تھی وہ تو یونہی کبھی

کبھی آنکھیں بند کر کے لیٹ جاتا تھا کہ جیسے سو رہا ہو اس رات جب عنبر جاگ رہا تھا تو اسے دور سے بہت سے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز آتی سنائی دی۔ وہ تعداد میں کافی زیادہ لگتے تھے۔ ہوتے ہوتے وہ آوازیں قریب آتی گئیں۔

عنبر کے دل میں خیال آیا کہ ہو نہ ہو یہ ڈاکوؤں نہ ہوں اور قافلہ لوٹنے کے لیے آ رہے ہوں۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز قافلہ سے ہٹ کر بستی کی طرف چلی گئی۔ عنبر نے سوچا، شاید وہ اس بستی کے رہنے والے ہوں گے اور کہیں باہر سے اپنی بستی میں واپس آ رہے تھے۔ ایک آدھ گھنٹہ ہی گزرا ہوگا کہ عنبر نے دیکھا کہ دور اس بستی میں آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور لوگوں کی چیخ و پکار کی آوازیں اندھیرے کو چیرتی ہوئی ان تک پہنچ رہی ہیں، اس چیخ و پکار سے قافلے والے لوگ بھی جاگ پڑے۔ مختلف قسم کی باتیں ہونے لگیں۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ کہ کسی قبیلہ نے دوسرے قبیلے پر حملہ کر دیا ہے، کوئی کہہ رہا تھا کہ ڈاکوؤں نے گاؤں پر حملہ کیا ہے اور اب وہ لوٹ مار کر رہے ہیں۔ قافلے میں سے ایک بوڑھے بزرگ نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہے، اگر وہ لوگ ڈاکو ہوتے تو وہ پہلے ہمارے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قافلے پر حملہ آور ہوتے، یہ ڈاکو نہیں ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہودیوں نے مسلمانوں کی بستی پر حملہ کیا ہے اور اُن کو تباہ کر کے آگ لگا دی ہے۔ واقع یوں ہے کہ ابھی حال ہی میں یروشلم کے بادشاہ نے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ علاقہ قائم کیا ہے، اور جہاں نئی بستی بسائی گئی تھی، وہاں پر اپنی فوج بھی ان کی حفاظت کے لیے مقرر کی تھی۔ مگر کچھ مسلمانوں نے خوف سے کہ نہ جانے کب یہ یہودی پھر ہم پر حملہ کر دیں، اس علاقہ کو بھی چھوڑ دیا۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے یہاں نئی بستی آباد کی تھی۔

عنبر بھی اس بات کو جانتا تھا کہ اب صلاح الدین ایوبی کا دور آ رہا ہے اور وہ یروشلم کو جلد فتح کر لے گا۔ مگر اسی وقت یہودی مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھا رہے ہیں۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ مسلمانوں کی بستی ہے اور یہودی اس کو تباہ کر رہے ہیں تو وہ فوراً ان کی مدد کے لیے اس بستی کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ساری بستی تباہ ہو چکی ہے، بے شمار مسلمان قتل ہو چکے ہیں۔ اور جو بچ گئے تھے وہ اس بستی کو چھوڑ کر چلے گئے

ہیں اور بستی میں آگ ہی آگ دکھائی دے رہی ہے، اور یہودی بھی یہ ظلم و ستم ڈھا کر واپس جا چکے تھے۔ اس کو اس بات کا بہت دکھ ہوا، مگر اب وہ کیا کر سکتا تھا۔ وہ یونہی بستی کی گلیوں میں گھوم پھر رہا تھا کہ اسے ایک جگہ بچوں کے رونے کی آواز آئی۔ وہ اس طرف چل دیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی اپنی زندگی کی آخری سانس لے رہا ہے اور دو بچے جن میں ایک بچی جس کی عمر سات برس کے قریب تھی اور ایک لڑکا جس کی عمر کوئی دس گیارہ سال کے لگ بھگ تھی، اس کے قریب بیٹھے رو رہے تھے۔ جب عنبر ان کے قریب پہنچا تو اس بوڑھے نے بڑی حسرت سے عنبر کی طرف دیکھا۔ عنبر نے اس بوڑھے کی آنکھوں میں ایک ایسی جھلک دیکھی جیسے وہ یہ سمجھ رہا ہو کہ عنبر یہودی ہے اور وہ ابھی اسے اور اس کے دونوں بچوں کو ختم کر دے گا۔ عنبر نے بھی اس بات کو محسوس کر لیا اور بولا۔

"بابا! میں مسلمان ہوں میرا نام عنبر ہے اور میں ملک مصر کا رہنے والا ہوں اور اس قافلہ کے ساتھ یروشلم جا رہا ہوں جو اس بستی سے کافی دور پڑاؤ کیے ہوئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔ وہاں سے میں نے اس بستی کو آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں دیکھا تھا۔ اور یہاں آن پہنچا۔

بوڑھے بزرگ کو جب یہ پتا چلا کہ عنبر مسلمان ہے، تو اس نے بڑی تشکر آمیز نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھا کہ اسے کسی غیبی مدد کا انتظار تھا جو عنبر کی صورت میں اسے مل گئی۔ اس نے بڑی کمزور اور نحیف آواز میں عنبر سے کہا۔

"عنبر بیٹا میں اب کچھ لمحوں کا مہمان ہوں جانے کب میری جان نکل جائے۔"

آپ فکر نہ کریں بابا۔ اب آپ بہت جلد اچھے ہو جائیں گے۔" عنبر نے تسلی دیتے ہوئے بوڑھے بزرگ کی طرف دیکھ کر کہا۔ "میرے ہوتے ہوئے آپ کو یا ان بچوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ انشاء اللہ آپ بہت جلد صحت یاب ہو جائیں گے۔"

بوڑھے بزرگ کی آواز لرزی۔

"عنبر بیٹا اب تم خاموش رہو اور میری بات توجہ سے سنو۔ یہ دونوں بچے میرے پوتے ہیں۔ ان کا باپ یعقوب کاروبار کے سلسلہ میں اردن گیا ہوا ہے اور اسے ابھی بہت دیر سے واپس آنا ہے۔ تم میرے مرنے

کے بعد ان بچوں کو اس کے پاس پہنچا دینا۔ وعدہ کرو کہ تم میرا یہ کام کر دو گے۔ میری سانس صرف ان کے لیے ہی اٹکی ہوئی ہے۔ میری روح میرے جسم کا ساتھ چھوڑے جا رہی ہے۔"

عنبر بولا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں بابا کہ ان بچوں کو ان کے آپ کے پاس پہنچا دوں گا۔"

بوڑھے بزرگ نے کہا۔

"عنبر باہر اصطبل میں ایک بہت اعلیٰ نسل کا گھوڑا بندھا ہوا ہے۔ سواری کے لیے تم وہ لے لینا۔ یہ گھوڑا ان بچوں کے ساتھ بہت گھلا ملا ہوا ہے۔ اس پر سواری میں تمہیں کوئی دقت نہ ہو گی۔"

عنبر بولا۔

"اچھا بابا میں ایسا ہی کروں گا۔"

عنبر کا اتنا کہنا تھا کہ بوڑھے بزرگ نے جان دے دی اور بچے زار و قطار رونے لگے۔ عنبر نے بچوں کو پیار دلاسا دیا اور وہ بڑی مشکل کے ساتھ خاموش ہوئے۔ پھر عنبر نے بوڑھے کے کفن دفن کا انتظام کیا۔ رات عنبر نے وہیں گزاری اور دوسرے دن وہ بچوں کو لیکر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سفر پر روانہ ہوا۔

اب عنبر قافلہ کی طرف واپس بھی نہ گیا۔ وہ ان بچوں کو جلد از جلد ان کے باپ تک پہنچا دینا چاہتا تھا۔ عنبر ایک گھوڑے اور دو بچوں کو لیے دشوار گزار راستوں میں سے گزر رہا تھا کہ اچانک شام کے وقت عنبر کو گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ اس آواز سے پوری وادی کانپ رہی تھی۔ بچے جو ایک دفعہ حادثہ سے گزر چکے تھے۔ ان آوازوں کو سن کر چیخ اٹھے، عنبر نے فوراً دونوں کے منہ پر ہاتھ رکھ دیے جس سے ان کی آوازیں دب کر رہ گئیں۔ اگر عنبر احتیاط نہ کرتا تو ان کی چیخ سے پوری وادی گونج اٹھتی اور وہ گھوڑ سوار جو کوئی بھی تھے، ان کو عنبر اور بچوں کی موجودگی کا علم ہو جاتا اور وہ اس طرف آ سکتے تھے۔ عنبر یہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی گڑبڑ ہو۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بچے بہت چھوٹے ہیں ان کو سنبھالنا آسان نہیں تھا۔ پتا نہیں گھوڑ سواروں کی تعداد کتنی تھی۔ بہر حال اب یہ بچے عنبر کی مجبوری اور کمزوری تھے۔ اپنی بے پناہ طاقت کے اور نہ ختم ہونے والی زندگی کے باوجود عنبر کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ وہ

بچوں کو ہر حال میں زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ گھوڑا بھی اب ہوشیار ہو گیا تھا اور کسی آنے والے خطرے کی بُو محسوس کر رہا تھا۔ اس کی آنکھیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ خوف کی وجہ سے بچوں کا رونا بھی مکمل بند ہو گیا تھا۔

عنبر نے اُن کی طرف جھکتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔

"بچو! معلوم نہیں یہ کون لوگ ہیں۔ مجھے شک ہے کہ یہ وہی یہودی ہیں جنہوں نے تمہاری بستی کو تباہ کیا ہے اگر تم نے شور مچایا تو ان لوگوں کو ہماری موجودگی کا پتا چل جائے گا وہ لوگ تمہیں قتل کر دیں گے اور تمہارا گھوڑا بھی چھین لے جائیں گے۔"

عنبر کی بات سنتے ہی بچے اور زیادہ ڈر گئے اور عنبر سے چمٹ گئے۔ اب عنبر بچوں کی طرف سے مطمئن ہو گیا تھا۔ کہ اب یہ کسی قسم کا شور نہیں کریں گے۔

عنبر بچوں کو لے کر ان جھاڑیوں کی طرف بڑھ گیا۔ یہاں وہ چھپ کر ساری وادی کو دیکھ سکتا تھا اور کسی کی نگاہ ان کو نہ دیکھ سکتی تھی۔ یہ جھاڑیاں زیادہ اونچی نہ تھیں لیکن عنبر ان دونوں بچوں کو چھپانے کے لیے مناسب جگہ سمجھ رہا تھا۔ مگر وہ گھوڑے کے بارے میں یہ نہ جان سکا کہ آیا وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نظر آ سکتا ہے یا نہیں۔ ویسے بھی رات گزارنے کے
لیے یہ جگہ موزوں تھی۔ کیونکہ وادی میں یہ جگہ سب
سے اونچی تھی اور اس کے ارد گرد گھنی جھاڑیوں کا
اچھا خاصا ہجوم تھا۔ عنبر نے گھنی جھاڑیوں کے درمیان
ایک جگہ کپڑا بچھا کر بچوں کو آرام کرنے کے لیے
اس پر بٹھا دیا۔ رات کا اندھیرا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔
تھوڑی دیر کے بعد دونوں بچے نیند کی آغوش میں
چلے گئے۔ اب عنبر مطمئن تھا کہ وہ لوگ ان تک نہ
پہنچ سکیں گے اور رات گزارنے کے بعد دن کے
وقت وہ صورت حال کا جائزہ لے کر کوئی قدم
اٹھائے گا۔

آدھی رات کے بعد آسمان صاف ہو گیا اور پچھلی رات
کا چاند پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا اور
اس کی ہلکی ہلکی روشنی میں پوری وادی سائے کی طرح
نظر آ رہی تھی۔

عنبر نیچے وادی میں ہر ایک چیز کو صاف طور پر
دیکھ سکتا تھا۔ عنبر نے دیکھا کہ وہ گھوڑ سوار ابھی
تک وادی میں موجود تھے۔ شاید ان کو عنبر اور بچوں
کی موجودگی کا احساس تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے

کہ یہ سب کے سب کہیں چھپ گئے ہیں۔ شاید
وہ بھی بادلوں میں سے چاند کے نکلنے کا انتظار کر
رہے تھے۔ وہ گھوڑ سوار بے حد خطرناک نظر آ
رہے تھے اور یہ تعداد میں پانچ تھے۔

انہوں نے چشمہ کے قریب اپنا ڈیرا جمایا ہوا تھا۔
نہ جانے یہ کون لوگ تھے اور کہاں سے آئے تھے،
اور ان کی منزل کون سی ہے۔ عنبر نے سوچا۔ کہ
اگر ان کے آنے کا راستہ وہی ہوا۔ جدھر کو وہ جا
رہا ہے تو وہ ان سے ضرور مل لیتا۔ مگر ان کا
راستہ وہی تھا۔ جدھر سے عنبر بچوں کو بچا کر لایا
تھا۔ عنبر کو خطرہ تھا کہ یہ وہ یہودی ہی نہ ہوں،
انہوں نے اس بستی کو تباہ کیا تھا اور اب یہ کہیں
ان بچوں کو بھی نقصان نہ پہنچائیں۔ عنبر یہ تو اچھی طرح
جانتا تھا کہ یہ لوگ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔
اسے فکر تھی تو صرف بچوں کی۔

ان گھوڑ سواروں میں ایک اچھے خاصے مضبوط جسم
کی لمبی ڈیل ڈول والا آدمی تھا اور اس کا قد
باقی آدمی کے قد سے خاصا بڑا تھا۔ اس نے چاند
نکلتے ہی چاندنی میں اٹھ کر وادی کے چاروں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرف نظر دوڑائی اور یہ نظر گھومتی گھومتی وہاں آ کر رُک گئی۔ جہاں عنبر ان دو بچوں کے ساتھ موجود تھا۔ عنبر یہ بات اچھی طرح نہ جان سکا کہ آیا اس نے ان لوگوں کو دیکھ بھی لیا ہے کہ نہیں۔ مگر عنبر محسوس کر رہا تھا کہ وہ آدمی مسلسل اس طرف نظریں جمائے دیکھ رہا ہے جدھر وہ چھپے ہوئے ہیں۔ پھر وہ آدمی آہستہ آہستہ گھٹنوں کے بل جھک گیا۔ اور اس نے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ کوئی بات کی۔ پھر وہ پانچوں گھوڑ سوار چشمہ سے پانی پینے لگے۔

اس لیے عنبر نے اپنے پیچھے آہٹ محسوس کی، اس نے جو پلٹ کر دیکھا تو عاصمہ اس کے پیچھے کھڑی تھی۔ وہ عنبر کو اس وقت بڑی اُداس اور معصوم گڑیا کی طرح نظر آ رہی تھی۔ وہ بھی عنبر کے پیچھے کھڑی ان پانچوں کو دیکھنے لگی، جو چشمہ سے پانی پی رہے تھے۔

"یہ کون لوگ ہیں؟"

عاصمہ نے خوف زدہ اور دھیمی آواز میں عنبر سے سوال کیا۔ اُس کے اس انداز سے پتا چلتا

تھا کہ اس کا ننھا اور معصوم سا دل کسی ٹہنی کی طرح لرز رہا ہے۔

عنبر نے کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ اس کی نظریں ان پر جمی ہوئی تھیں۔

"یہ لوگ کون ہیں۔؟" عاصمہ نے استفسار کیا۔

عنبر نے کہا۔

"میرا خیال ہے یہ ڈاکو ہیں۔"

عاصمہ نے معصوم لہجے میں بولی۔

"ڈاکو بچوں کو تو کچھ نہیں کہتے۔"

عنبر نے عاصمہ کی معصومیت کو محسوس کرتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔

"خاموش رہو، ڈاکو قتل کرتے وقت چھوٹوں بڑوں کا کوئی خیال نہیں کرتے۔"

یہ کہتے ہوئے عنبر کی نظروں میں بستی کا وہ منظر گھوم گیا۔ جس میں یہودیوں نے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو بے دردی سے قتل کر دیا تھا اور انہوں نے کسی کا بھی لحاظ نہ کیا تھا۔ عنبر نے عاصمہ کے سامنے ڈاکوؤں کا نام لیا تھا۔ حالانکہ اسے پورا یقین تھا کہ یہ ان یہودیوں میں سے ہی ایک ٹولہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔

پانی پینے کے بعد لمبے قد والے آدمی نے اپنی گردن سب سے پہلے اوپر اٹھائی اور اس کے ساتھ ہی تین چار قدم پیچھے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ عنبر کو اس کی حرکات سے محسوس ہو رہا تھا کہ اس لمبے قد والے آدمی کو شبہ ہو گیا ہے کہ ان کے دور نزدیک کوئی چھپا ہوا ضرور ہے۔ غالباً اس نے عاصمہ کی کوئی معمولی آہٹ محسوس کر لی تھی۔ جس سے اسے شبہ ہو گیا تھا۔ عنبر نے سوچا۔ اگر واقعی اس آدمی کو ہماری موجودگی کا احساس ہو چکا ہے تو یہ آدمی بہت خطرناک ہو سکتا ہے۔ اس کے باقی ساتھیوں نے بھی پانی پی لیا تھا۔ وہ چاروں چشمہ کے کنارے کپڑا بچھا کر لیٹ گئے مگر وہ لمبے قد والا آدمی یونہی پتھر پر بیٹھا رہا۔

عنبر اور عاصمہ بھی خاموش بیٹھے تھے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد عنبر نے عاصمہ کو بہت پیار سے نرم لہجے میں کہا۔

"عاصمہ سو جاؤ۔"

عاصمہ نے جواب دیا۔

"مجھے بھوک لگی ہے۔"

اس نے یوں ڈرتے ڈرتے یہ لفظ ادا کیے، جیسے اسے ڈر ہو کہ کہیں عنبر اس بات پر اسے ڈانٹ نہ دے۔

عنبر نے خاموشی سے جو تھوڑا سا کھانا تھا نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ اور عاصمہ چپکے سے چھوٹے چھوٹے لقمے توڑ کر کھانے لگی۔ کھانا کھانے کے بعد عاصمہ نے پانی مانگا تو عنبر نے احتیاط کے ساتھ پانی کا برتن اس کی طرف بڑھا دیا۔ کچھ دیر کے بعد عنبر نے دوبارہ عاصمہ کو سونے کے لیے کہا، عاصمہ لیٹ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد خراٹے لینے لگی۔ اس کے سونے کے بعد عنبر بچوں سے کچھ فاصلہ پر بیٹھ گیا۔

عنبر کی نظریں مسلسل ان پانچوں آدمیوں پر لگی ہوئی تھیں اور وہ بڑے سکون کے ساتھ ان کی حرکات کا جائزہ لے رہا تھا۔ کہ اچانک گھوڑے کے بہت زور سے ہنہنانے کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی عاصمہ کی دلدوز چیخ سنائی دی۔ عنبر اٹھا دھند کر بچوں کی طرف دوڑا اور پھر اسے چونک کر رک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جانا پڑا۔ عنبر کو ایک لمحہ کے لیے یقین نہ آیا کہ اس
جگہ ریچھ بھی ہو سکتا ہے۔ مگر اسے یقین کرنا پڑا۔
عاصمہ اور قاسم بڑی طرح چیخ رہے تھے اور گھوڑا
زور زور سے اپنے پاؤں زمین پر مار رہا تھا۔

عنبر نے دیکھا کہ گھوڑے نے اپنی اگلی ٹانگیں تھوڑی
سی جھکا لی تھیں اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے
وہ ریچھ کے حملے کا جواب دینے کے لیے اپنے آپ
کو تیار کر رہا ہے۔

عنبر نے گھوڑے کا تو کوئی خیال نہ کیا اور دوڑ
کر دونوں بچوں کو اپنی گود میں اٹھا لیا اور فوراً
ہی پلٹ کر دور ہٹ گیا۔ جہاں چند درخت موجود تھے
اب عنبر نے دونوں بچوں کو درخت کی گھنی شاخوں میں
ایک مضبوط تنے پر بٹھا دیا۔

عنبر نے دیکھا کہ ریچھ کو بھی اندازہ ہو گیا ہے کہ گھوڑا
اسے مقابلہ کی تیاری کر رہا ہے۔

عنبر نے ریچھ کے انداز سے یہ محسوس کیا کہ وہ
کسی بات کا فیصلہ کر رہا ہے کہ وہ پہلے گھوڑے کا
مقابلہ کرے یا عنبر پر حملہ کرے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ
چلتا ہوا گھوڑے کی طرف خوفناک انداز میں بڑھنے لگا۔

وہ گھوڑے کو اپنے تیز ناخنوں اور دانتوں سے چیر
پھاڑ کر رکھ دے گا۔ اسی لمحے اس نے ایک جست
لگائی لیکن گھوڑا پھرتی کے ساتھ ایک طرف کود گیا اور
کودتے وقت گھوڑے نے کمال کر دیا۔ وہ ایک لمحے کے
لیے اپنی اگلی ٹانگوں پر جھکا اور پھر جلدی سے گھوم
کر پچھلی ٹانگوں کا یوں گھومنا ریچھ کے لیے بے حد خطرناک
ثابت ہوا۔ گھوڑے نے جیسے ہی ریچھ کی طرف پشت
کی اور اس نے اپنی دونوں پچھلی ٹانگیں اٹھا کر ریچھ
پر دولتی ماری اور ریچھ لڑکھڑا کر دور جا گرا۔ چوٹ
بیچارے کے کندھے پر لگی تھی۔ لیکن ریچھ فوراً سنبھل گیا۔
اور اس کی آنکھیں غصے سے چمکنے لگیں۔

عنبر جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ ریچھ کے سنبھلتے
سنبھلتے گھوڑے نے ایک اور دولتی جھاڑ دی۔ اب
کی بار ریچھ کو کندھے پر شدید چوٹ آئی تھی۔ عنبر
نے دیکھا کہ اس کے کندھے سے خون بہہ رہا تھا۔
ریچھ نے اس ضرب کو کھانے کے بعد بڑی خوفناک
چیخ ماری جس سے ساری وادی دہل اٹھی اور اب
وہ گھوڑے کی طرف کچھ اپنا پنجہ اس طرح اٹھا رہا
تھا جیسے وہ ایک ہی وار میں گھوڑے کی گردن توڑ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دینا چاہتا ہو۔ ایسی حالت میں اگر وہ گھوڑے پر وار
کر دیتا تو عنبر کو یقین تھا کہ گھوڑا اس حملے سے
اتنا زخمی ہو جاتا کہ اس کے جسم کا کوئی نہ کوئی
حصّہ بیکار ہو جاتا۔ یہی وہ لمحہ تھا۔ جب عنبر بھاگ
کر گھوڑے کے قریب پہنچا اور یونہی ریچھ گھوڑے پر
حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا تو عنبر نے ایک زور
دار تھپڑ اس کے جسم پر مارا اور ریچھ لڑکھڑاتا ہوا
اس چشمہ کی طرف لڑھکنے لگا جہاں وہ پانچ گھوڑ سوار
لیٹے ہوئے تھے۔ ریچھ کی ایک ہولناک چیخ نکلی تھی۔
یہی وہ وقت تھا جب ان پانچ گھوڑ سواروں کو اُن
کی موجودگی کا مکمل علم ہو گیا۔

قاسم اور عاصمہ درخت پر بیٹھے ادھر اُدھر دیکھ
رہے تھے۔ عاصمہ کی آنکھوں میں خوف و دہشت کے آثار
نمایاں تھے۔ غالباً ریچھ کے گرنے کے دھماکے نے اس
کے ننھے سے دل میں کئی طوفان اٹھا دیئے تھے۔

"کون ہے؟"

قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"خاموش۔"

عنبر نے سخت لہجے میں کہا۔

گھوڑا بھی اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ اس کے کان بھی
حرکت کر رہے تھے۔ کیونکہ اب پانچوں گھوڑ سواروں نے گھوڑوں
پر سوار ہونا شروع کر دیا تھا۔ اور ان کے گھوڑوں
کے ٹاپوں کی آواز ان کی طرف بڑھی چلی آ رہی تھی۔
اور تھوڑی دیر کے بعد ان گھوڑ سواروں کے گھوڑے
عین اس درخت کے نیچے آ کر رُکے جہاں عاصمہ اور
قاسم چھپے ہوئے تھے۔

ان بچوں کی گھوڑ سواروں کو دیکھ کر خوف سے
چیخ نکل گئی۔ اس چیخ کے سنتے ہی لمبے قد والے
آدمی نے اوپر درخت کی طرف دیکھا۔ اور بڑے
ہولناک انداز میں بولا۔

"اوہ — دو ننھے کبوتر۔"

عنبر نے غصّہ بھری نظروں سے بچوں کی طرف دیکھا۔
انہوں نے خود کو ظاہر کر کے عنبر کے لیے ایک
عجیب کھڑی کر دی تھی۔

عنبر اپنے دل میں ایک فیصلہ کر چکا تھا۔ جس پر
اب عمل کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ وہ اپنے دل میں
ان بچوں کو چھپا کر مطمئن ہو گیا تھا یہ سوچ ہی
رہا تھا کہ میں ان پانچوں کا تیا پانچہ کر دوں گا کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان بچوں کی چیخ نے سارا معاملہ ہی اُلٹ کر رکھ دیا تھا۔

اب عنبر کو کوئی نیا فیصلہ کرنے کی ضرورت تھی۔ لمبے قد والا آدمی عنبر کو بڑے غور سے گھور رہا تھا۔ پھر اس نے درخت کی طرف اشارہ کر کے اپنے ایک ساتھی کو حکم دیا کہ ان بچوں کو نیچے اتار کر اپنے قبضے میں کر لو۔ پھر اس سے نپٹ لیتے ہیں۔

یہ لمحہ اتنا خوفناک اور ڈراؤنا تھا کہ دونوں بچے خوف کے مارے زور زور سے چیخیں مار کر رونے لگے۔

عنبر کو اب یہ خدشہ ہوا کہ کہیں بچے خوف سے درخت پر سے نیچے نہ گر جائیں۔ اس نے صورت حال کے مطابق نرمی سے کام لیتے ہوئے لمبے قد والے آدمی کو مخاطب کر کے کہا۔

"تمہیں بچوں کے سامنے اتنی سختی سے نہیں بولنا چاہیے تھا، تمہیں بچوں کے ساتھ پیار اور محبت سے بات کرنا چاہیے تھی۔ یہ ننھے اور معصوم دل کے مالک تمہارے خوفناک لہجہ اور کرخت آواز سے ڈر گئے ہیں۔"

اسی لمحے عنبر نے دیکھا کہ اس لمبے قد والے آدمی کے چہرے پر سخت گیری جھلک رہی تھی۔ اس کی آنکھیں لال پیلی ہو رہی ہیں۔

چند لمحوں تک لمبے قد والا آدمی عنبر کو تیز آنکھوں کے ساتھ دیکھتا رہا پھر بڑے حقارت آمیز انداز میں کہنے لگا۔

"کالے سور بتاؤ تم کون ہو اور یہ تمہارے ساتھ بچے کس کے ہیں اور تم کب سے ان کو ساتھ لے کر پھر رہے ہو۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے عنبر کے کندھے پر اپنی طاقت کے اظہار کے لیے ہاتھ رکھ کر ذرا دبایا۔

عنبر کا خون کھول اٹھا۔ بے اختیار اس کا جی چاہا کہ اس لمبے قد والے آدمی کو اٹھا کر اتنی دور پھینک دے کہ پھر اس کی لاش تک نظر نہ آئے۔ لیکن ان دونوں بچوں کی مجبوری نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ان دونوں بچوں کی جانیں بھی ضائع ہو سکتی تھیں۔ وہ اپنے غصے کو ضبط کر گیا۔

پھر لمبے قد والے کے ساتھی نے بچوں کو درخت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے اتار لیا۔ بچے ڈرتے ڈرتے نیچے اتر آئے اس وقت عنبر کو بچوں پر غصہ بھی آرہا تھا اور رحم بھی۔ اگر وہ نہ بولتے تو ان لوگوں کو ان کی موجودگی کا علم نہیں ہو سکتا تھا۔

پھر لمبے قد والے آدمی نے عنبر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اور کون ہے تمہارے ساتھ۔"

عنبر بولا۔

"میرے ساتھ ان بچوں کے سوائے یہاں اور کوئی نہیں ہے۔"

لمبے قد والے آدمی نے عنبر کو زور سے لات ماری مگر وہ خود اپنی ٹانگ بھی سہلانے لگا۔ کیونکہ عنبر کو لات مارنے سے اسے ہی پاؤں میں دھچکا سا لگا تھا۔ مگر وہ اس بات کو سمجھ نہ سکا۔ بلکہ اپنے اس درد کو چھپانے کے لیے زور زور سے قہقہے لگا کر ہنسنے لگا۔ اور جب اس کے قہقہے بند ہوئے، تو بولا۔

"ہاں بتاؤ، کہاں سے لائے ہو ان بچوں کو۔"

عنبر نے کہا۔

"یہ کسی کی امانت ہیں اور میں ان کو امانت دار کے حوالے کرنے جا رہا ہوں۔"

لمبے قد والا بولا۔

"تم یہ اتنا خوبصورت گھوڑا کہاں سے چرا کر لائے ہو۔"

عنبر نے جو ان بچوں کے ہاتھوں مجبور تھا، ایک بار پھر وہ واقعہ جو بچوں اور اس کے ساتھ گزر چکا تھا، صاف صاف ان لوگوں کو بتا دیا۔

جب عنبر یہ واقعہ بیان کر چکا تو اس نے دیکھا کہ اس لمبے قد والے آدمی کا رویہ کچھ اور سخت ہو گیا تھا۔ عنبر نے اندازہ لگا لیا کہ ان پانچوں کا بستی پر حملہ کرنے والوں سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ کوئی ڈاکو ہیں۔

اتنے میں عنبر نے سنا کہ لمبے قد والا آدمی اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ یہ بچے بڑے کام کے ہیں اور یہ شاندار گھوڑا میں لوں گا۔

میں نے اپنی پوری زندگی میں اتنا شاندار اور خوبصورت گھوڑا کبھی نہیں دیکھا۔ گھوڑا ان سب سے دور کھڑا حیران حیران نظروں سے دیکھ رہا تھا اور کوئی بات سمجھنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی کوشش کر رہا تھا۔

لمبے قد والا بولا۔

"ہم ان بچوں کو اور اس کو کسی عرب ریاست میں فروخت کر کے اچھے پیسے کما سکتے ہیں۔"

عنبر نے دیکھا کہ دونوں بچے بُری طرح سہمے ہوئے کھڑے ہیں۔

عنبر نے پہلے سوچا کہ ان سے دو دو ہاتھ ہو جائیں بعد میں دیکھا جائے گا جو ہو گا۔ مگر اس خوف سے پھر رُک گیا کہ لڑائی جھگڑے میں یہ خطرناک ڈاکو کسی بچے کو نقصان نہ پہنچائیں اور کوئی بچہ جان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے۔ عنبر نے اتنے طویل سفر میں پہلی بار اپنے آپ کو اتنا بے بس پایا۔ وہ پانچ تھے، اگر دو تین ہوتے تو شاید اب تک اپنے انجام کو پا چکے ہوتے۔

اب لمبے قد والے آدمی نے دونوں بچوں کو ایک ایک اپنے ساتھی کے حوالے کیا اور عنبر کو بھی ایک ساتھی کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہونے کو کہا۔

عنبر نے پہلی بار کسی کا کہنا اس طرح مانا تھا۔ صرف کسی مناسب وقت کے لیے۔

عنبر ایک بات پہ حیران تھا کہ بچوں کا گھوڑا ان کے

آنے کے تھوڑی دیر بعد ان سے دور آتا دکھائی دیا جو ڈاکوؤں کے سردار یعنی لمبے قد والے آدمی نے اپنے ایک ساتھی کو پکڑنے کے لیے کہا تھا مگر گھوڑا کسی طرح بھی اس کے قابو میں نہ آیا تھا۔ وہ اسے اِدھر اُدھر بھگاتا رہا تھا۔ آخر وہ تھک ہار کر واپس آ گیا تھا۔ یہ منظر سب ڈاکوؤں نے دیکھا تھا۔

لمبے قد والا بولا۔

"چلو چھوڑ دو اس گھوڑے کو"

یہ کہا اور وہ عنبر اور دونوں بچوں کو لے کر چل دیئے۔

مگر کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ دور ہی دور گھوڑا ان کا پیچھا کر رہا ہے۔

وہ کسی عرب ریاست کی طرف سفر کر رہے تھے۔ جہاں انہوں نے ان کو فروخت کرنا تھا۔ لیکن عنبر موقع کی تلاش میں تھا۔

یہ لوگ ان تینوں کو لیے کر ایک طویل اور انجانے سفر پہ روانہ ہوئے۔ دن گزرتا گیا اور شام کا اندھیرا بڑھ رہا تھا۔ وادی میں کافی آگے جا کر درختوں کا ایک جنگل آ گیا۔ درخت جھکے جھکے سے تھے اور ان کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تنے کافی بڑے بڑے تھے۔ ایک جگہ کچھ درختوں نے ایک گول چکر سا بنا رکھا تھا۔ اس چکر کے اندر ایک چھوٹا سا ٹیلہ بنا ہوا تھا۔ اس ٹیلے پر گھاس اور جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ چاند کی روشنی جنگل میں آ رہی تھی۔ گھوڑے بُری طرح تھک چکے تھے۔

پھر عنبر نے دیکھا کہ وہ سب ایک ایسی جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں آگ کے شعلے روشن تھے۔ عنبر نے سوچا شاید وہاں اُن کے اور ساتھی موجود ہوں گے۔ لیکن وہاں کوئی نہ تھا صرف آگ روشن تھی۔ قریب پہنچنے پر پتا چلا۔ شاید ان سے پہلے کوئی قافلہ وہاں سے اُٹھ کر گیا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی رات گہری ہو گئی تھی۔ ڈاکوؤں کے سردار نے گھوڑوں سے اُترنے کا حکم دیا۔ سب گھوڑوں سے اتر گئے اور گھوڑے ایک طرف کرنے لگے۔

ڈاکوؤں کے سردار نے عنبر اور بچوں کو کچھ کھانے کو دیا۔ عنبر کو تو بھوک کی پرواہ تک نہ تھی۔ اس نے چپکے سے اپنے حصے کا کھانا بھی بچوں کو کھلا دیا۔ کیونکہ وہ کافی دیر سے بھوکے تھے۔ ان میں سے ایک قریبی چشمہ سے پانی لے آیا اور سب نے پیا۔

ڈاکوؤں کے سردار نے پہلی بار اپنے ساتھیوں کو

ان کے نام سے پکارتے ہوئے کہا۔

"ڈیوڈ۔ جیکب تم دونوں ایک ایک بچے کو اپنے ساتھ سلاؤ گے اور نوجوان کو الگ سونے دو۔"

ان دونوں نے بیک زبان کہا۔

"بہتر سردار۔"

پھر لمبے قد والا عنبر سے مخاطب ہوا۔

"سنو نوجوان۔ یہ لو کمبل اور لیٹ جاؤ اور ہاں ایک بات یاد رکھنا کہ ہمارے ساتھ کوئی چالاکی کرنے کی کوشش نہ کرنا، رات کو معمولی سی آہٹ پہ تیر چلا دیا کرتا ہوں۔"

عنبر خاموش رہا۔

لمبے قد والے آدمی نے عنبر کا کان پکڑ کر اسے زور سے مروڑ دیا۔

عنبر پھر بھی خاموش رہا۔ اس کے منہ سے ہلکی سی آہ تک نہ نکلی۔

ڈاکوؤں کا سردار تلملا کر بولا۔

"جانے یہ نوجوان کس چیز کا بنا ہوا ہے۔ میرے اس طرح کان مروڑنے سے طاقتور سے طاقتور آدمی بھی چیخ اٹھتا ہے مگر اس کے منہ سے اُف تک نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تنگی ہے۔"

پانچوں میں سے ایک بولا۔

"سردار اسے کوئی معمولی نوجوان نہ سمجھ، میں تو حیران ہوں کہ یہ اب تک خاموش کیوں ہے۔ نہ جانے یہ کس وقت کا انتظار کر رہا ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ اسے ختم کر دیں۔ کیونکہ یہ کسی وقت بھی ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

دوسرا بولا۔

"سردار اس نے ہمارے سامنے جھوٹ بولا تھا کہ یہ دونوں بچے کسی کی امانت ہیں اور یہ انہیں کہیں لے کر جا رہا ہے۔ اس نے یہ بچے اغوا کیے ہیں۔"

یہ بات سنتے ہی عنبر کا ہاتھ کچھ اس طرح اوپر اٹھ گیا کہ وہ اس آدمی کو نہیں چھوڑے گا۔ مگر اس کے سامنے چار ننھی منی معصوم آنکھیں گھوم گئیں اور وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

عنبر خاموشی کے ساتھ ایک طرف لیٹ گیا۔ اس نے سوچا تھا کہ جب یہ لوگ سو جائیں گے تو وہ ان بچوں کو کسی محفوظ جگہ پہنچا کر ان سے دو دو ہاتھ کرے گا۔ اسے اس وقت ناگ اور ماریا بہت

یاد آئے کہ خدا جانے وہ دونوں کہاں ہوں گے۔ اگر وہ اس وقت اس کے ساتھ ہوتے تو معاملہ کب کا صاف ہو چکا ہوتا۔

دونوں بچے تھکے ہوئے تھے۔ بہت جلد سو گئے۔ عنبر کو نیند کی ضرورت ہی نہ تھی۔ وہ تو صرف دکھاوے کے لیے آنکھیں بند کیے لیٹا تھا جیسے وہ سو رہا ہو۔

عنبر ان پانچوں کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ ان سے کیسے نجات حاصل ہو سکتی ہے اور بچے بھی محفوظ رہیں۔

عنبر نے کمبل سے منہ باہر نکال کر دیکھا تو وہ پانچوں آگ کے قریب بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ لمبے بالوں والا آدمی اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ ہمیں اس نوجوان کو سوتے میں ٹھکانے لگا دینا چاہیے۔ پھر ہم بچوں کو ہم کسی جگہ فروخت کر دیں گے اور گھوڑا ہمیں لے لوں گا۔

اس کا ایک ساتھی بولا۔

"سردار یہ گھوڑا ہمارے قابو میں نہیں آئے گا۔ میرا خیال ہے یہ ان بچوں سے بہت گھلا ملا ہے۔ آپ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیکھیں نا ۔ گھوڑا ہم سے دور کس طرح چوکس کھڑا بچوں کو دیکھ رہا ہے۔"

ڈاکوؤں کا سردار بولا۔

"تو پھر کیوں نہ ان بچوں کو بھی اس کے ساتھ ہی ختم کر دیا جائے۔ دن نکلنے تک میں اپنے ساتھ گھوڑے کو مانوس کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ میں اس کی پشت پر سوار ہو گیا تو پھر اس کا سنبھالنا میرے لیے مشکل نہ ہوگا۔"

اس کے ساتھی نے کہا۔

"سردار یہ تو ٹھیک ہے اگر بعد میں کسی نے گھوڑا ہمارے پاس دیکھ لیا تو ایک مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔ ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ لوگ کون ہیں اگر اس گھوڑے کی وجہ سے بچوں کے وارثوں سے ملاقات ہو گئی تو کیا جواب دو گے۔ میرا تو خیال ہے کہ ان کو ختم کر دو اور گھوڑا کہیں جا کر فروخت کر دیں گے۔"

اس کے دوسرے ساتھی نے گھور کر اس آدمی کی طرف دیکھا اور کہا۔

"کیسی بے وقوفوں سی بات کرتے ہو۔ ہم صرف اس

نوجوان کو ہی ہلاک کریں گے اور بچوں کو فروخت کر دیں گے۔ گھوڑا سردار کو پسند ہے۔ اسے ہم فروخت نہ کریں گے۔ اگر ان بچوں کو کوئی والی وارث ملا تو کہہ دیں گے کہ یہ ہمیں کسی چراگاہ میں چرتے ہوئے ملا تھا۔ اس کے پاس کسی بچے وچے کا کوئی نشان تک نہ تھا۔ اس لیے ہم نے اس پر قبضہ کر لیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اب ہم سو جائیں۔"

سردار نے اپنے دوسرے ساتھی کی بات کی تائید کی۔ مگر اس نے فی الحال خنجر کو ہلاک کرنے کا منصوبہ ملتوی کر دیا۔ اور بولا۔

"ہم اس کے متعلق صبح فیصلہ کریں گے اور . . ."

وہ لوگ سونے کی تیاری کرنے لگے۔

ابھی وہ لوگ سونے کی تیاری کر رہے تھے کہ سردار جاگ اٹھی اور وہ اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے خنجر کے پاس آ گئی۔

ڈاکوؤں کے سردار نے بڑے غور سے عاصمہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"اے لڑکی! اپنی جگہ پر واپس جاؤ اور سو جاؤ اگر تم دوبارہ آئی تو میں جان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے مار دوں گا۔"

اس سے پہلے کہ عاصمہ واپس جاتی۔ عنبر سردار سے مخاطب ہوا۔

"سردار رہنے دو اسے میرے پاس ہی، ہم بھاگ تو نہیں جائیں گے۔"

کچھ سوچ کر سردار خاموش رہا اور پھر وہ سب سونے کے لیے لیٹ گئے۔

سردار نے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔

"تم جاگتے رہو۔ جب تمہیں نیند آنے لگے تو دوسرے کو جگا دینا۔"

اس نے کہا۔ "بہتر سردار۔"

کچھ دیر کے بعد وہ چاروں سو گئے۔ مگر ان کا پانچواں ساتھی جاگ رہا تھا اور اونگ رہا تھا۔ کافی دیر بعد عنبر نے محسوس کیا کہ ان کا پانچواں ساتھی کسی کو جگائے بغیر سو گیا ہے۔

عاصمہ عنبر کے ساتھ چمٹ کر سوئی ہوئی تھی۔ عنبر نے اٹھنے کا ارادہ کیا یہ سوچ کر کہ قاسم کو خاموشی سے جگا لے۔ تو لڑکی جاگ پڑی۔ اس نے دیکھا کہ سب ڈاکو سوئے ہوئے ہیں۔ تو عاصمہ

عنبر سے بولی۔

"مجھے ان آدمیوں سے ڈر لگتا ہے۔"

عنبر نے آہستہ سے کہا۔

"تم خاموش رہو۔ میں خود بھی ان کو پسند نہیں کرتا۔ میں ابھی قاسم کو جگاتا ہوں۔ پھر ہم لوگ بھاگ چلیں گے۔"

عنبر نے دیکھا کہ ڈاکوؤں کے گھوڑے بندھے ہوئے ہیں اور ان کا اپنا گھوڑا دور کھڑا اسی طرف دیکھ رہا ہے۔ عنبر نے سوچا کہ میں ان دونوں کو اٹھا کر گھوڑے پر سوار ہو جاؤں پھر ہم بھاگ جائیں گے۔"

عنبر اٹھا مگر اسے اچانک کسی کی گھورتی ہوئی آنکھوں کا احساس ہوا۔ اور ان ڈاکوؤں میں سے ایک بڑی بڑی انگارہ آنکھوں سے عنبر کو دیکھ رہا تھا۔

عنبر پھر لیٹ گیا۔ اس نے دو تین بار اس شخص کی طرف کنکھیوں سے دیکھا مگر وہ مسلسل جاگ رہا تھا۔ ایسی صورت میں عنبر سمجھ گیا کہ فرار ہونا ناممکن ہے۔ پھر عنبر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ اسے امید تھا کہ یہ لوگ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسئلہ صرف عاصمہ اور قاسم کا تھا۔ وہ ڈرتا تھا کہ
ڈاکو کہیں ان کو نہ کوئی نقصان پہنچائیں۔
صبح تک ڈاکوؤں نے نیند پوری کر لینا تھی۔ صبح
نکلنے کے بعد جو حالات پیش آنے والے تھے۔ عنبر
ان پر غور کر رہا تھا۔
عنبر کو قریب پا کر عاصمہ پھر بے فکر ہو کر
سو گئی تھی۔ رات کو فرار ہونے کا منصوبہ تک کر
دینا پڑا عنبر کو — رات کو آگ کے قریب ان
پانچوں کے درمیان جو بات چیت ہوئی تھی۔ اس
سے عنبر نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اسے ختم
کر دینا چاہتے ہیں۔ صرف بچوں اور گھوڑے کو
ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔
سورج طلوع ہونے کے ساتھ ہی وہ لوگ جاگ
پڑے۔ پھر انہوں نے چائے بنائی، خود بھی پی اور
بچوں اور عنبر کو بھی دی۔ اس سے فارغ ہونے
کے بعد ڈاکوؤں کا سردار قاسم سے مخاطب ہوا۔
"یہ گھوڑا تمہارے ساتھ بہت گھلا ملا ہوا لگتا ہے، تو
اس کو پکڑو۔"
قاسم گھوڑے کو پکڑنے کے لیے آگے بڑھا۔ جب

گھوڑے کے قریب پہنچا تو گھوڑا پیار سے ہنہنایا۔ قاسم نے
گھوڑے کو تھپکی دی اور لمبے قد والے کو اشارے
سے اس کے پیچھے آ کر سوار ہونے کے لیے کہا۔
جب لمبے قد والا آدمی گھوڑے کی پچھلی ٹانگوں کے
قریب پہنچا تو قاسم نے گھوڑے کو ایک خاص اشارہ
دیا۔ گھوڑا ایک دم اگلی ٹانگوں پر جھکا اور اس نے
اپنی پچھلی ٹانگوں کو اوپر اٹھایا اور لمبے قد والے کو
ایک زور دار دولتی جھاڑ دی۔ وہ اس کی دولتی کھا
کر دور جا گرا اور پھر اٹھ نہ سکا۔
لمبے قد والے کی یہ حالت دیکھ کر اس کے دو
ساتھی قاسم اور گھوڑے کی طرف بڑھے۔ باقی دو عنبر
کے پاس کھڑے رہے۔ یہی وہ موقع تھا جس کا عنبر کو
انتظار تھا۔ عنبر نے بھی خوب فائدہ اٹھایا اور دونوں
کو اٹھا کر دور نیچے وادی میں پھینک دیا اور دوڑ
کر قاسم کے پاس چلا گیا۔
عنبر جب قاسم کے پاس پہنچا تو باقی دونوں نے
اسے قابو کر لیا، اور اپنے ساتھی ڈاکوؤں کو ادھر ادھر
دیکھا جو انہیں کہیں بھی نظر نہ آئے۔
عنبر بھی مذاق کے موڈ میں آ چکا تھا۔ وہ جانتا تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ یہ دونوں اس کا اور بچوں کا اب کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ لہٰذا ان دونوں سے تھوڑی سی دل لگی کرنی چاہیے۔ وہ بلا حیل و حجت ان ڈاکوؤں کے قبضے میں آ گیا تھا۔

عنبر نے اپنے اوپر اس طرح خوف طاری کر لیا کہ جس سے یہ ڈاکو سمجھیں کہ عنبر ڈر گیا ہے۔

ایک ڈاکو نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا۔

"اس کے ہاتھ رسی کے ساتھ پیچھے باندھ دو۔"

عنبر خاموش رہا۔ وہ تو ان کا تماشا بنانا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو چھڑانے کے لیے کوئی کوشش نہ کی۔ ڈاکو کے ساتھی نے عنبر کے ہاتھ پیچھے رسی کے ساتھ باندھ دیے۔

پہلے والے ڈاکو نے بڑی غصیلی آواز میں کہا۔

"تم نے ہمارے دو ساتھیوں کو دھوکے سے مار دیا ہے۔ اب ہم تمہیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔"

پھر اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"اسے زمین پر لٹا دو، میں خود اس کا سر کاٹتا ہوں۔"

مگر عنبر خاموش تھا۔ اور وہ دونوں حیران تھے کہ

عنبر پر موت کا ذرا برابر بھی خوف نہ تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

پہلا ڈاکو بولا۔

"ابھی تمہاری ساری مسکراہٹ ختم ہو جائے گی۔"

جب دونوں ڈاکو عنبر کو زمین پہ لٹانے لگے تو عنبر نے کہا۔

"کیوں میرا اور اپنا وقت ضائع کرتے ہو، تم میرا سر نہیں کاٹ سکو گے۔"

"بکواس بند کرو۔"

ایک نے کہا۔

پھر دونوں ڈاکوؤں نے عنبر کو نیچے گرا دیا۔ انہوں نے کیا گرانا تھا۔ عنبر خود ہی ذرا ڈرامہ پیدا کرنے کے لیے گر کر لیٹ گیا۔

ایک ڈاکو نے خنجر نکالا اور خنجر عنبر کی گردن پر رکھ کر اس طرح چلانے لگا۔ جس طرح قصائی بکرے کی گردن پہ چھری چلاتے وقت اپنے ساتھی کو بکرا مضبوطی سے پکڑنے کے لیے کہنے کے لیے آواز نکالتا ہے۔ پھر وہ پریشان ہونے لگا۔ کیونکہ ایک تو گلا نہیں کٹ رہا تھا۔ دوسرے خنجر کی آواز اس طرح آ رہی تھی جیسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ خنجر پتھر کی سل پر چل رہا ہو۔

اس نے خنجر کی دھار دیکھی تو وہ بھی کچھ اس طرح کند ہو چکی تھی جیسے اسے واقعی پتھر پر چلایا گیا ہو۔ پھر اس نے جھک کر غور سے عنبر کی گردن کو دیکھا پھر ہاتھ سے ٹٹولا کہ کہیں اس شخص نے گردن کے گرد لوہے کا کوئی پٹہ تو نہیں ڈال رکھا۔ مگر ایسی بات نہیں تھی۔

عنبر کی گردن باقاعدہ گوشت کی بنی ہوئی تھی اور نرم تھی۔ مگر جب وہ خنجر اس پر رکھ کر چلانے لگتا تھا تو وہ پتھر کی طرح سخت ہو جاتی تھی جس ڈاکو نے عنبر کو پکڑ رکھا تھا۔ اپنے ساتھی سے اس نے کہا۔

"تم میں زور نہیں ہے ابھی تک تم اس کی گردن ہی نہیں کاٹ سکے۔ ہٹو مجھے دو، میں ابھی اس کا معاملہ صاف کرتا ہوں۔"

پہلے نے کہا۔

"میں کیا کروں میں نے اپنی پوری قوت صرف کر کے اس کی گردن پر کئی بار خنجر چلایا ہے مگر اس کی گردن تو پتھر کی طرح ہے۔"

پھر دوسرے نے عنبر کی گردن پر خنجر چلانا شروع

کیا۔ وہ حیران رہ گیا۔ اس نے کئی بار خنجر چلا کر دیکھا۔ خون کا ایک قطرہ بھی نہ نکلا اور عنبر کی گردن پر ایک ذرا سی لکیر تک نہ پڑی تھی۔ اب ڈاکو نے خنجر عنبر کے پیٹ پر زور سے مارا۔ خنجر کا پھل ٹوٹ گیا اور ڈاکو کا اپنا ہاتھ زخمی ہو گیا اور عنبر مسکرا رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"میں نے کہا نہیں تھا کہ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اب تیار ہو جاؤ۔ میری باری اب ہے۔"

عاصمہ اور قاسم حیرانگی سے عنبر کو دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے یہ کس قسم کا انسان ہے، جس پر خنجر کا کوئی اثر نہیں ہوتا نہ تو خنجر اس کی گردن پر چلا اور نہ ہی اس کے پیٹ میں لگا۔

انہوں نے دیکھا۔

عنبر نے ایک ہلکے سے جھٹکے سے اپنے ہاتھوں کی رسیاں توڑ ڈالیں۔ عنبر نے اچانک حملہ کر دیا اور ڈاکو سے خنجر چھین کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا۔

دوسرے ڈاکو نے عنبر کو پکڑ کر زمین پر گرانے کی کوشش کی مگر اسے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ وہ کسی چٹان کو نیچے گرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر اب اپنی پوری طاقت میں آ چکا تھا۔ اب اسے گرانا محال تھا۔ عنبر نے ڈاکو کو گردن سے پکڑ کر اپنے سامنے کر لیا۔ ڈاکو خوف سے کانپنے لگا۔ اس نے اتنی طاقت والا انسان آج تک نہ دیکھا تھا۔ وہ اسے کوئی بھوت سمجھنے لگا اور اس کی اپنی طاقت جواب دے گئی اس میں اتنی سکت بھی نہ رہی کہ وہ عنبر سے اپنا آپ چھوڑ کر بھاگ جائے۔ عنبر نے اسے اوپر اٹھایا اور ایک ایسا جھٹکا دیا کہ اس کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا۔ عنبر نے اسے نیچے پھینک دیا۔

عنبر آہستہ آہستہ چلتا ہوا عاصمہ اور قاسم کے قریب پہنچا۔ عاصمہ بری طرح سہمی ہوئی تھی۔ عنبر نے اسے اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ پھول جیسی بچی کا مارے خوف کے برا حال تھا۔ عنبر نے محسوس کیا کہ عاصمہ اس سے بھی خوف زدہ ہے۔

عنبر نے عاصمہ کو تسلی دی اور کہا۔

"میرے پاس جادو ہے جس کی وجہ سے خنجر کا وار مجھ پر اثر انداز نہ ہو سکا۔ میرے ساتھ میری ماں کی دعا ہے اس لیے کوئی برا آدمی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ جو بچے اپنے ماں باپ کا کہا مانتے ہیں

اللہ ان سے دعائیں لیتے ہیں۔ یہ دعائیں زندگی میں انسان کی حفاظت کرتی ہیں۔"

عنبر نے اسے پیار کیا۔ وہ دل میں سوچنے لگا کہ اگر ایسے ہی واقعات ہوتے رہے تو اس کا ننھا سا دل دھڑکنا بند کر دے۔ اس نے دل میں سوچا۔ بچے جلد از جلد ان بچوں کو ان کے والد کے پاس پہنچا دینا چاہیے۔

گھوڑا بھی یہ سارا تماشا اطمینان سے دیکھ رہا تھا۔ اب عنبر گھوڑے کے پاس گیا اور اسے پکڑ کر بچوں کے پاس لے آیا۔ عنبر اس جگہ کو جلد سے جلد چھوڑ دینا چاہتا تھا کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ ان ڈاکوؤں کے ساتھی نہ آ جائیں۔ یا کہیں کوئی اور ہی مصیبت کھڑی نہ ہو جائے۔

عنبر نے بچوں کو اپنے ساتھ گھوڑے پر سوار کیا اور اپنے سفر پر چل دیا۔

دن ڈھلتا رہا اور شام کا اندھیر چھاتا رہا۔ عنبر بچوں کے ساتھ سفر کرتا رہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ماریا یروشلم سے ناگ کی تلاش میں ملک افریقہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ یروشلم سے نکل کر ماریا نے زمین سے بلند ہو کر ہوا میں مغرب کی طرف اڑنا شروع کر دیا۔ افریقہ کا ملک اس کا دیکھا بھالا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ یروشلم سے دور بحیرہ روم آئے گا۔ اس سمندر کے اوپر سے ہو کر وہ جنوب کی طرف جائے گی تو افریقہ کا ساحل آ جائے گا۔ وہ صبح کو یروشلم سے چلی تھی۔ شام ہونے سے پہلے پہلے وہ روم کے سمندر کے کنارے پر پہنچ گئی۔ یہاں دور تک سمندر کے کنارے کنارے بھوری چٹانیں چلی گئی تھیں۔ ان ہی چٹانوں میں ایک جگہ گہرے کھوہ کے اندر ناگ سونے کے بت کی شکل میں بے حس و حرکت پڑا تھا۔ مگر نہ ماریا کو اس کا پتہ لگ سکتا تھا اور نہ ناگ کو ہی ماریا کا علم ہو سکتا تھا۔

ماریا ان چٹانوں کے پاس اتر آئی۔ اس نے ایک پتھر

بیٹھ کر دور تک پھیلے ہوئے روم کے نیلے سمندر کو دیکھا۔ اس سمندر میں کئی تاریخی جنگیں لڑی گئی تھیں اور ابھی کئی جنگیں لڑی جانے والی تھیں۔ ماریا کو دور سمندر میں ایک ایرانی جہاز اپنی منزل کی طرف جاتا دکھائی دیا۔ اس کے سفید اور نیلے بادبان ہوا میں پھولے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد جہاز اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے بیٹھے بیٹھے آسمان پر بادل گھر کر آ گئے اور ہوا چلنے لگی۔ اتنے میں ساحل کے ایک گاؤں کے کچھ بچے بھاگتے ہوئے آئے اور ماریا کے قریب سے باتیں کرتے بھوری چٹانوں میں جا کر گم ہو گئے۔ وہ کسی خفیہ خزانے کی باتیں کر رہے تھے۔ ماریا ہنس پڑی۔ بھلا یہ نادان بچے یہاں کس کا خفیہ خزانہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ یونہی دلچسپی کی خاطر ماریا پتھر پر سے اٹھ کر ان بچوں کی طرف آ گئی جہاں بچے گئے تھے۔

بچوں کی آوازیں چٹانوں کے اندر کی بھول بھلیوں سے آ رہی تھیں۔ یہ بھول بھلیاں وہ تنگ راستے تھے جو ساحل سے لگ کر بکھری ہوئی چٹانوں کے درمیان بن گئے تھے۔ بچوں کی آواز پر ایک چٹان کے غار میں داخل ہوئی تو دیکھتی ہے کہ بچے ایک جگہ سے زمین کھود رہے ہیں۔ ماریا چپ چاپ ان کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ بچے گھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے رسّی لے کر آئے تھے اور بڑی محنت سے سخت زمین کو کھود رہے تھے۔ پھر انہوں نے وہاں سے ایک چمڑے کا چوکور ٹکڑا نکال کر ایک دوسرے کو دکھایا۔ ایک لڑکے نے قدیم عبرانی زبان میں کہا۔

"دیکھو یہ خزانے کا نقشہ ہے سام۔"

"دکھاؤ تو۔ ارے اس پر تو سمندر لکھا ہے۔"

"اور ساتھ پہاڑ بھی بنا ہے۔"

"نہیں یار خزانہ یہاں نہیں ہے۔"

"تو اور کہاں ہوگا؟"

اتنے میں ایک لڑکا بھاگتا ہوا آیا۔ اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ کہنے لگا۔

"خزانہ مل گیا۔"

"کہاں ہے؟"

"میرے ساتھ آؤ۔"

سب لڑکے اس کے پیچھے بھاگے۔ ماریا بھی ان کے پیچھے پیچھے گئی کہ ذرا چل کر دیکھوں تو سہی کون سا خزانہ مل گیا ہے۔ یہ سب لڑکے ایک چٹان کے اندر گھس گئے۔ آگے راستہ تنگ تھا۔ وہ رینگ کر کھوہ میں داخل ہوئے۔ آگے ایک بڑے پتھر کے نیچے سے اس لڑکے نے ایک سنہری سانپ کا بُت

نکال کر اپنے ساتھیوں کو دکھایا۔

"دیکھو — یہ ہے خزانہ — یہ سونے کا سانپ ہے۔"

باقی لڑکے اسے دیکھ کر کچھ ڈر سے گئے۔

"نہیں نہیں — اسے وہیں پھینک دو۔ یہ ضرور جادو کا سانپ ہے۔ ہم اسے ہاتھ نہیں لگائیں گے۔"

اس لڑکے نے سانپ وہیں پھینک دیا۔ ماریا کو سونے کا سانپ دیکھ کر خیال آیا کہ کہیں یہ ناگ ہی نہ ہو۔ اسے جادوگر نے جادو کر کے سونے کا سانپ بنا کر یہاں پھینک دیا ہو۔ ماریا نے جلدی سے سونے کے سانپ کو اٹھا لیا۔ ان لڑکوں نے جو سونے کے سانپ کو غائب ہوتے دیکھا تو دہشت کے مارے ان کے چہرے زرد ہو گئے۔

"دیکھا — میں نہ کہتا تھا یہ جادو کا سانپ ہے۔ بھاگو بھاگو یہاں سے۔"

لڑکے افراتفری میں بھاگ اٹھے۔ ماریا سونے کے سانپ کو لے کر غار سے باہر آ گئی اور اسے غور سے دیکھنے لگی۔ ناگ جب سانپ بنتا تھا تو اس کی شکل صورت بالکل ایسی ہی ہوتی تھی۔ جیسی کہ سونے کے سانپ کی تھی۔ ماریا بڑی خوش ہوئی کہ اسے ناگ مل گیا۔ مگر سونے کے سانپ کی شکل میں۔ اب وہ اسے کیسے دوبارہ زندہ کر سکے گی۔ اور کیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

معلوم یہ ناگ نہ ہو بلکہ کسی خزانے کا سونے کا سانپ ہو۔ ماریا نے فیصلہ کیا کہ وہ سونے کے سانپ کو اپنے پاس ہی رکھے گی اور افریقہ ہی جا کر کسی جادوگر سے مدد لیکر اسے زندہ کرنے کی کوشش کرے گی۔

رات کا اندھیرا چٹانوں اور سمندر پر پھیل رہا تھا۔ کالی گھٹا نے اس اندھیرے کو اور زیادہ تاریک بنا دیا تھا۔ لیکن ماریا کے لیے اندھیرا کچھ نہیں تھا۔ وہ اندھیرے میں بھی ہر شے کو دیکھ لیتی تھی۔ وہ ایک چٹان پر چڑھ گئی اور پھر چھلانگ لگا دی۔ نیچے گرنے کی بجائے وہ ہوا میں اڑنے لگی۔ اس کے نیچے گہرا سمندر تھا جو رات کے اندھیرے میں بڑا ڈراؤنا لگ رہا تھا۔ ماریا اڑتے اڑتے ساحل سے دور نکل کر سمندر کے درمیان میں آ گئی۔ وہ اپنے اندازے کے مطابق جنوب کی طرف چلی جا رہی تھی۔ وہ سمندر سے دس پندرہ فٹ اونچی تھی۔ تیز ہوائیں چلنے لگیں۔ پھر بارش بھی آ گئی اور سمندر میں طوفان آ گیا۔ بڑی بڑی طوفانی لہریں ماریا کے پاؤں کو چھونے لگیں۔ ماریا سمندر سے اور اونچی ہو گئی۔ سمندر کی لہریں اوپر اٹھ اٹھ کر سمندر میں طوفان مچا رہی تھیں۔ ہوائیں سیٹیاں بجاتی چل رہی تھیں۔ ماریا کو کوئی پریشانی نہ تھی۔ وہ بڑے آرام سے اڑتی چلی جا رہی تھی۔

ماریا ساری رات سمندری طوفان میں جھاگ اڑاتی موجوں کے اوپر اڑتی رہی۔

دوسرے روز بھی وہ سمندر کے اوپر تھی مگر طوفان تھم چکا تھا۔ آندھی رک گئی تھی۔ بادل اسی طرح چھائے ہوئے تھے۔ ماریا نے کافی اونچا جا کر دیکھا تو اسے دور افریقہ کا ساحل نظر آیا۔ پھر بھی اسے کنارے تک پہنچتے پہنچتے شام ہو گئی۔ افریقہ کے ساحل پر گھنے جنگل پھیلے ہوئے تھے۔ کارتھیج کا شہر اور بندرگاہ وہاں سے جنوب کی طرف تھی۔ ماریا اس سے پہلے بھی وہاں عنبر اور ناگ کے ساتھ ایک بار آئی تھی۔ کارتھیج کو عرب قرطاجنہ کہتے تھے اور یہاں عربوں کی حکومت تھی۔ سارے شمالی افریقہ پر عربوں کی حکومت تھی اور لوگ خوش حال زندگی بسر کر رہے تھے۔ ماریا جنگلوں دلدلوں اور افریقہ کی جھیلوں کے اوپر سے ہوتی ہوئی قرطاجنہ پہنچ گئی۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ گرمیوں میں جب برسات کا موسم شروع ہوتا ہے تو اس کے اندر زمین سے اوپر ہو کر اڑنے کی زیادہ طاقت آ جاتی ہے۔ جونہی ساون کا موسم گزر جاتا ہے وہ دوبارہ اپنی اصلی حالت پر آ جاتی ہے اور پھر وہ زمین سے صرف اس طرح ہی اڑ سکے گی کہ ذرا سا اچھلی اور ایک فرلانگ تک اڑتی چلی گئی اور پھر زمین پر آ گئی۔ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیے ماریا اس موسم میں اپنی طاقت کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا رہی تھی۔

آج کل یہ شہر افریقہ کے مغربی ساحل کی ایک چھوٹی سی بندر گاہ ہے۔ جہاں سے صرف کشتیوں پر سامان دوسرے ساحلی شہروں تک جاتا ہے لیکن آج سے سات آٹھ سو سال پہلے جب ماریا اس شہر میں داخل ہوئی تو یہ شہر بہت آباد تھا اور تجارتی سامان سے لدی ہوئے بادبانی جہاز یہاں آ کر ٹھہرتے تھے اور یہاں سے دوسرے ملکوں کو روانہ ہوتے تھے۔

ماریا شہر میں اتر آئی تھی۔

رات کا وقت تھا اور شہر سو رہا تھا۔ کہیں کہیں مکانوں میں تیل کے چراغوں کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ بندرگاہ پر مشعلیں روشن تھیں اور چوکیدار آوازیں لگا کر پہرہ دے رہے تھے۔ شہر سنسان تھا۔ ماریا اس شہر میں دو ایک بار پہلے بھی آ چکی تھی مگر اس وقت یہ لوگ آباد نہیں تھے بلکہ ان کے پڑدادا اور نگڑ دادا آباد تھے۔ شہر میں کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا۔

ماریا ایک سرائے کو پہچان کر اس کی چھت پر سے اتر کر نیچے ڈیوڑھی میں آ گئی۔ یہاں ایک چوکیدار پہرہ دے رہا

تھا۔ موسم بڑا خوشگوار تھا۔ پکی سڑکوں اور گلی کوچوں میں کہیں کہیں تیل کے چراغ جل رہے تھے۔ ماریا ڈیوڑھی میں داخل ہوئی تو چوکیدار کے کتے کے کان کھڑے ہو گئے۔ کتے، بلیوں کو بھوتوں، روحوں اور غیبی انسانوں کی ایک پل میں خبر ہو جاتی ہے۔ وہ زور زور سے بھونکنے لگا۔ اسے ماریا نظر تو نہیں آ رہی تھی مگر غیبی انسان کی بو اسے ضرور آ رہی تھی۔ چوکیدار نے چونک ہو کر ادھر ادھر نگاہ ڈالی۔ پھر کتے کو چپ کراتے ہوئے کہا۔

"ابے کس پر بھونک رہا ہے؟ یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

ماریا نے سانپ کا سونے کا بت اٹھا رکھا تھا۔ اصل میں وہ اس بت کو کسی ایسی جگہ چھپا کر رکھنا چاہتی تھی کہ جب وہ افریقہ کے کسی جادو گر کا پتہ چلا لے تو بت کو اس جگہ سے اٹھا کر اس کے پاس لے جائے۔ افریقہ میں ہی اسے ایسا جادو گر مل سکتا تھا جو سونے کے بت کے بارے میں اسے ٹھیک ٹھیک بتا سکتا تھا کہ یہ معمولی سانپ کا بت ہے یا ناگ پر جادو گر نے جادو کر کے اسے سونے کا بت بنا دیا ہے۔

سرائے کی ڈیوڑھی سے نکل کر سامنے ایک بڑا کمرہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ جہاں بہت بڑا قالین بچھا تھا اور مسافر سو رہے تھے۔ اس کے پیچھے ایک کوٹھڑی تھی۔ جس میں سرائے کے مالک نے آٹے چاول کی بوریاں اور بڑے بڑے گھڑے رکھے ہوئے تھے۔ ان گھڑوں میں تیل بھرا ہوا تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ آٹے کی بوریاں چھت تک لگی ہوئی ہیں۔ ان بوریوں کے اٹھانے کی باری کافی دیر بعد آنے والی تھی۔ ماریا نے سانپ کے بُت کو بوریوں کے پیچھے کونے میں چھپا کر رکھ دیا۔

ایک بوجھ سا ماریا کے سر سے اتر گیا۔ اب وہ آزادی سے کسی جادوگر کو تلاش کر سکتی تھی۔

وہ رات اس نے سرائے کی چھت پر ایک خالی چارپائی پر لیٹ کر گزاری۔ دوسرے روز وہ شہر سے باہر ایک گاؤں کی طرف روانہ ہو گئی۔ اس گاؤں کو لوگ جادوگروں کا گاؤں کہا کرتے تھے اور افریقہ کے جنگلی لوگ اسی جگہ جادوگروں سے علاج کرانے آتے تھے۔ ماریا صرف دیکھنا چاہتی تھی کہ اس کے مطلب کا بھی کوئی جادوگر وہاں ہے کہ نہیں۔ گاؤں میں پہنچ کر وہ سب سے بڑے بوڑھے جادوگر کے گھر گئی۔ وہاں پہلے ہی سے لوگ مایوس کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے کہ جادوگر بابا جنگل میں جھیل پر چلہ کاٹنے گیا ہوا ہے۔

ماریا نا امید نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ گھنے جنگل میں جادوگر کو تلاش کر سکتی تھی۔ گاؤں سے نکل کر وہ زمین سے بلند ہو کر ہوا میں اڑنے لگی۔ جنگل کافی دور دریا کے کنارے پر تھا۔ ایک دریا جنگل کے ساتھ ساتھ بہہ رہا تھا۔ اس دریا میں ماریا نے کئی مگرمچھ دیکھے جو منہ کھولے آسمان کو تک رہے تھے۔ ماریا کو ایک سفید عقاب فضاؤں میں اڑتا نظر آیا۔ کہیں یہ ناگ نہ ہو۔ ماریا نے یہ سوچ کر ہوا میں اوپر اٹھی اور سیدھی عقاب کے پاس آ گئی۔

اس نے کہا۔

"ناگ! کیا یہ تم ہو؟"

ماریا کو ناگ کی خوشبو بھی نہیں آ رہی تھی۔ عقاب نے بولکھلا کر غوطہ لگایا اور دور نیچے پہاڑوں کے درمیان چلا گیا۔ ماریا واپس نیچے جنگل کے درختوں کے اوپر آ گئی۔ اور اب وہ جادوگر بابا کو ڈھونڈنے لگی۔ اس نے دوپہر تک سارا جنگل چھان مارا مگر جادوگر بابا اسے کہیں نہ مل سکا۔ مگر ماریا نے تلاش جاری رکھی اور وہ دریا کو پار کر کے دوسرے جنگل میں داخل ہو گئی۔

ادھر ماریا جادوگر بابا کو ڈھونڈ رہی تھی ادھر پیچھے شہر کی سرائے میں دوپہر کے کھانے کی تیاریاں ہو رہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھیں۔ مسافر قالین پر کھانے کے انتظار میں بیٹھے ایک دوسرے کو مختلف ملکوں کی کہانیاں سنا رہے تھے۔ سرائے کے مالک نے ایک حبشی غلام دو روز ہوئے نوکر رکھا تھا۔ مالک نے اسے کہا کہ کوٹھڑی میں جائے اور آٹے کی بوری اٹھا لائے۔

حبشی غلام کوٹھڑی میں آ گیا۔ اس نے بوریوں کے اوپر چڑھ کر سب سے اوپر والی بوری اٹھانے کے لیے ہاتھ ڈالا تو اچانک اس کی کلائی میں سے پتھر کا کڑا نکل کر نیچے بوریوں میں گر پڑا۔ یہ کڑا حبشی غلام کی ماں نے مرتے ہوئے اسے دیا تھا اور کہا تھا کہ اس کی حفاظت کرنا یہ تمہیں کسی روز بڑا دولت مند بنا دے گا۔ حبشی غلام نے بوری تو وہیں رکھی اور اپنا کڑا ڈھونڈنے لگا۔ وہ بوریوں کے درمیان جو جگہیں بنی تھیں ان میں اتر گیا۔ وہ پہلی بوریوں کے درمیان آ گیا تھا۔ اچانک اسے بوریوں کے درمیان ایک چمکتی ہوئی چیز نظر آئی۔

حبشی غلام سمجھا کہ شاید یہ کڑا ہے۔ اس نے ہاتھ ڈال کر وہ شے باہر نکال لی۔ یہ سونے کے سانپ کا بت تھا۔ اس کے پاس ہی حبشی کا کڑا بھی پڑا تھا۔ حبشی غلام نے کڑا اٹھا کر پہن لیا اور سونے کے بت کو حیرت

کی آنکھوں سے تکنے لگا۔ اسے اپنی ماں کی پیش گوئی یاد آ گئی۔

"یہ کڑا تمہیں ایک نہ ایک روز دولت مند بنا دے گا۔"

حبشی غلام کا دل خوشی سے اچھلنے لگا تھا۔ اس کی ماں کا کہا سچ ثابت ہو رہا تھا۔ اس کو سونے کا سانپ مل گیا تھا۔ وہ اسے دوسرے شہر میں جا کر بیچ کر امیر آدمی بن جائے گا۔ پھر وہ تجارت شروع کر دے گا اور تھوڑے ہی دنوں بعد اس کا شمار افریقہ کے امیر سوداگروں میں ہونے لگے گا۔

یہ خیالی پلاؤ پکاتے ہوئے حبشی غلام آٹے کی بوری کو تو بھول گیا۔ اس نے سونے کا سانپ اپنی لمبی قمیض کے اندر چھپایا اور بوری پیٹھ پر لاد کر سرائے کے مالک کے پاس لے آیا۔ پھر وہ مالک کی نظر بچا کر باہر نکل گیا۔

سڑک پر آتے ہی وہ تنگ و تاریک گلیوں میں آ گیا اور بھاگتا ہوا شہر کی دوسری طرف نکل کر جنگل میں داخل ہو گیا۔

وہ جنگل کی دوسری طرف سے دریا پار کر کے کسی قافلے کے ساتھ مل کر مصر جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ مصر میں اس قسم کی چیزوں کے بڑے دام مل جاتے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا کو جادو گر نہ مل سکا تو وہ واپس شہر آ گئی۔
وہ رات اس نے سرائے میں گزاری۔ دوسرے دن پھر جادو گر کی تلاش میں روانہ ہو گئی۔ اس بار ماریا نے دریا پار کے جنگل میں ایک جگہ ایک بوڑھے کو دیکھا کہ ایک چٹان پر آسن جمائے بیٹھا ہے۔ ماریا اس کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔
جادو گر کو اپنے جادو کے ذریعے فوراً پتہ چل گیا، کہ ایک انسان جو غائب ہے اس کے پاس کھڑا ہے۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور اپنی زبان میں کہا۔
"تم کون ہو؟ اور میرے پاس کیا لینے آئے ہو؟"
ماریا نے کہا۔
"اب آپ نے مجھے پہچان لیا ہے تو ضرور آپ وہی جادو گر ہیں۔ میں جس کی تلاش میں ہوں۔"
جادو گر نے کہا۔
"تم کیا مانگنے آئی ہو؟"
ماریا نے سانپ کے سونے کے بت کے بارے میں بات کھول کر بیان کی تو جادو گر مسکرایا اور بولا۔
"تم جس سانپ کے بارے میں بات کر رہی ہو وہ اس

جگہ پر نہیں ہے جہاں تم نے اسے چھپایا تھا۔"
ماریا پریشان ہو گئی۔ اور بولی۔
"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے تو اسے کوٹھڑی میں بوریوں کے نیچے چھپایا تھا۔"
جادو گر بولا۔
"وہیں سے ایک حبشی غلام اسے نکال کر لے گیا ہے۔"
ماریا نے پوچھا۔
"وہ مجھے کہاں ملے گا؟"
جادو گر نے آنکھیں بند کیں اور پھر کھول کر کہا۔
"وہ اس وقت ایک گھنے جنگل سے نکل کر دریا پار کر کے ملک مصر کے صحرا کی طرف جا رہا ہے۔"
ماریا نے کہا۔
"اب آپ مجھے یہ بتائیں کہ اس کے پاس جو سونے کے سانپ کا بت ہے وہ اصل میں کیا ہے؟"
جادو گر نے تھوڑا سا مسکرا کر کہا۔
"تم ہمارا امتحان لے رہی ہو۔ خیر کوئی بات نہیں۔ تو سنو۔ وہ سانپ کا بت ایک ایسے انسان کا ہے جو اصل میں ایک سانپ ہے اور جو پانچ ہزار سال سے زندہ ہے۔"
ماریا کی چیخ سی نکل گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"پھر تو بڑا غضب ہو گیا۔ وہ ناگ ہے۔ وہ میرا بھائی ہے۔ میں اسی کو ڈھونڈتی ہوئی یہاں تک آئی ہوں۔ میں حبشی غلام کے پیچھے جاتی ہوں۔"

جادوگر خاموش تھا۔ ماریا نے پوچھا۔

"کیا میں اس حبشی غلام کو پکڑ سکوں گی؟"

جادوگر نے کوئی جواب نہ دیا اور آنکھیں بند کر کے اپنی جادو کی دنیا میں گم ہو گیا۔ ماریا سمجھ گئی کہ جادوگر اس کے سوال کا جواب نہیں دینا چاہتا اور اسے خود ہی حبشی غلام کو صحرا میں جا کر پکڑنا ہو گا۔ ماریا نے جادوگر کو ادب سے سلام کیا اور واپس روانہ ہو گئی۔

حبشی غلام بھی سونے کے سانپ کا بت لیے سفر کرتا آخر مصر پہنچ گیا۔ مصر کا سب سے بڑا شہر قاہرہ تھا اور یہاں بڑے بڑے سوداگر تھے جو پرانی چیزیں خرید لیتے تھے۔ حبشی غلام کو ایک سوداگر سے پتہ چلا کہ شہر کے باہر دریائے نیل کے کنارے ایک پادری رہتا ہے جو پرانی چیزیں شوق سے خریدتا ہے اور اس کے پاس بڑی دولت ہے۔ حبشی غلام پادری کے مکان پر آ گیا۔ پادری کا مکان دریائے نیل کے دوسرے کنارے پر تھا اور سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا۔ نوکر چاکر کام میں لگے تھے۔ حبشی غلام پادری سے ملا اور

اسے سونے کا سانپ دکھایا۔ پادری بڑا ہوشیار آدمی تھا۔ اس نے دیکھا کہ سانپ کا بت نہ صرف اصلی سونے کا ہے بلکہ اتنا بتاتا ہے کہ وہ اسے فرانس یا ملک روم کے شہنشاہ کے دربار میں لے جا کر منہ مانگا انعام پا سکتا ہے۔ اس نے حبشی غلام کو دس ہزار اشرفیاں پیش کیں جو اس نے فوراً لے لیں اور سونے کا سانپ پادری کے حوالے کر کے واپس روانہ ہو گیا۔ سونے کی اشرفیاں اس نے ایک چمڑے کے تھیلے میں ڈال کر تھیلا اپنی کمر کے گرد لپیٹ لیا تھا۔ اس نے ایک شاندار گھوڑا بھی خرید لیا اور ایک قافلے کے ساتھ افریقہ اپنے وطن کی طرف چل پڑا۔

اُدھر عنبر کا قافلہ یروشلم پہنچ گیا۔ اس نے ایک سرائے میں قیام کیا اور شہر میں گھوم پھر کر ناگ اور ماریا کی ٹوہ لگانی شروع کی۔ اس نے دیکھا کہ مسلمانوں کو یہودیوں نے شہر سے باہر ایک الگ بستی میں آباد کیا ہوا ہے۔ مسلمانوں سے مل کر عنبر کو معلوم ہوا کہ یروشلم کا یہودی بادشاہ مسلمانوں پر بڑے ظلم کرتا تھا پھر آسمان سے ایک غیبی فرشتہ آیا۔ اس نے ایک مسلمان جوڑے کو ہاتھی بن کر شیر سے بچا لیا۔ اس کے بعد بادشاہ مسلمانوں کو ایک الگ جگہ آباد کروا کر ان کی حفاظت کرنے لگا۔ عنبر کے کان کھڑے ہو گئے۔ یہ ہاتھی سوائے ناگ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے بہتیرا پوچھا۔ مگر شہر کا کوئی مسلمان اس سے زیادہ نہ بتا سکا۔
عنبر نے شہر میں گھومنا شروع کر دیا۔ دو دن تک اس نے ایک ایک گلی ایک ایک بازار چھان مارا مگر ناگ اور ماریا کا کوئی سراغ نہ ملا۔ پھر کسی نے اسے بتایا کہ شاہی محل میں ایک سانپ ہوتا تھا جس نے ملکہ کی گردن سے لپٹ کر اسے ہلاک کرنا چاہا تھا مگر ملکہ کو بچا لیا گیا۔ یہ ساری باتیں اس بات کی طرف اشارہ کرتی تھیں۔ کہ ناگ اسی شہر میں ہی ہے۔

تیسرے دن عنبر شہر سے باہر نکل آیا۔
کیونکہ وہ ناگ اور ماریا کو تلاش نہ کر سکا تھا اور پریشان تھا۔ اس نے دور ایک سرسبز باغ دیکھا۔ وہاں چلا آیا۔ یہاں اسے ایک سنگ مرمر کی بارہ دری دکھائی دی۔ وہ یونہی گھومتا پھرتا بارہ دری میں آ گیا۔ اچانک اس کی نظر پرانی مصری زبان کی ایک عبارت پر پڑی جو پتھر پر کندہ تھی۔ یہ وہی عبارت تھی جو ماریا لکھ کر عنبر کے لیے چھوڑ گئی تھی۔

"عنبر! ناگ یروشلم کے شاہی محل میں سانپ بن کر طاق میں بیٹھا تھا۔ اس پر شاہی محل کے جادوگر نے جادو کر دیا اور وہ گم ہو گیا ہے۔ میں اس کی تلاش میں افریقہ جا رہی ہوں۔ میں ایک مہینہ افریقہ کے شہر کا۔ تیج کی سرائے میں ٹھہروں گی۔ مجھے ناگ کی تلاش ہے۔"

"ماریا"

جلد شائع ہو رہی ہے

چھوٹے قد
کا
چھوٹا آدمی

اشتیاق احمد
کی
کہانی

پڑھنے والوں کے لیے اہم اور دلچسپ انکشافات

جاننے اور پہچاننے والوں کے
قلم سے

نیا مکتبہ اقرا

۱۴۱- بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور ۶

تابُوت کا چراغ

ناگ سونے کا بن گیا تھا۔

یہ سونے کا سانپ ایک پادری نے اپنے گھر کے صندوق میں چھپا کر رکھا تھا کہ جب وہ قافلے کے ساتھ روم جائے تو وہاں کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کر کے انعام حاصل کرے۔ ناگ ایک زبردست جادو کے ذریعے سونے کے سانپ میں بدل گیا تھا۔ اور یروشلم کے جادو گر نے کہا تھا کہ اگر ناگ کے سونے کے سانپ کو مصر کے اہرام میں بلکہ نفریتی کے تابُوت پر جلتے دِیے کی روشنی کے پاس لے جایا جائے گا تو اس کا جادو ٹوٹ جائے گا اور وہ پھر سے زندہ ناگ بن جائے گا۔ جس حبشی غلام نے سونے کا سانپ پادری کے پاس دس ہزار اشرفیوں کے عوض بیچا تھا۔ وہ ایک قافلے کے ساتھ مصر سے افریقہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ اُدھر سے ماریا بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مصر کی طرف آ رہی تھی۔ عنبر یروشلم میں ناگ کو تلاش کر رہا تھا۔ ماریا نے یروشلم سے جاتے ہوئے بارہ دری کے پتھروں پر لکھ دیا تھا کہ ناگ یروشلم کے بادشاہ کے محل میں سانپ بن کر طاق میں بیٹھا تھا کہ وہاں سے غائب ہو گیا ہے اور جادو گر نے یروشلم کے ارد گرد زبردست جادو کی لہریں چھوڑ رکھی ہیں جس کی وجہ سے وہ شہر یروشلم میں داخل نہیں ہو سکتی اور ناگ کی تلاش میں ملک مصر جا رہی ہے۔ عنبر نے ماریا کی لکھی ہوئی یہ عبارت پڑھ لی تھی اور اب یروشلم کے بادشاہ کے محل کی طرف جا رہا تھا کہ شاید وہاں سے ناگ کا کوئی سراغ مل سکے۔

یروشلم کے مسلمانوں کو شہر سے باہر آباد کر دیا گیا تھا اور ان پر یہودیوں کا ظلم و ستم کم ہو گیا تھا۔ یروشلم کا بادشاہ اپنی ملکہ کے ساتھ شہر سے باہر جا چکا تھا۔ محل میں یہ بات ہر ایک کی زبان پر تھی کہ محل میں ایک سانپ طاق میں بیٹھا تھا جس کو جادو گر نے سونے کا سانپ بنا کر سمندر میں پھینک دیا ہے۔ جادو گر بھی یروشلم میں نہیں تھا۔ عنبر تین روز تک ناگ کو ڈھونڈتا رہا۔ جب ناامید ہو گیا تو وہ بھی ماریا کے پیچھے پیچھے مصر کی طرف روانہ

ہو گیا۔ مصر۔ جو عنبر کا وطن تھا۔ مگر آج سے سوا چار ہزار سال پہلے اور وہ چونکہ تاریخ میں پیچھے کی طرف سفر کر رہا تھا اس لیے ابھی اسے اپنا مکان اور اپنی گلی محلہ کہیں نظر نہیں آ سکتا تھا۔ پندرہ دنوں کے بعد ایک قافلہ مصر کی طرف روانہ ہوا، عنبر اس میں شامل ہو گیا۔

اب ہم واپس مصر چلتے ہیں۔ جہاں ناگ سونے کے سانپ کی شکل میں پادری کے مکان کے اندر ایک صندوق میں بند ہے۔ پادری کا گھر دریائے نیل کے کنارے پر تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب اہرام مصر میں اکثر ڈاکو راتوں کو چھپ کر ڈاکے مارا کرتے تھے۔ وہ اہرام کو کھود کر کسی نہ کسی طرح اندر داخل ہو جاتے اور وہاں سے فرعون بادشاہوں کے قیمتی خزانے لوٹ کر بھاگ جاتے۔

ایک رات کا ذکر ہے۔ آسمان پر گھٹا ٹوپ بادل چھائے تھے۔ رات کے دو بجے ہوں گے۔ شہر اندھیرے اور خاموشی میں ڈوبا سو رہا تھا۔ شہر کے دروازے پر ایک مشعل جل رہی تھی۔ پادری بھی اپنے دریا والے مکان کی چھت پر سو رہا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں وہ خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا کہ دریا کی طرف سے ڈاکوؤں کا ایک گروہ گھوڑے دوڑاتا ہوا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُدھر سے گزرا۔ پادری کے مکان میں ایک چراغ روشن تھا۔ یہ وہی ڈاکو تھا جن کا ذکر الف لیلےٰ کی کہانی علی بابا چالیس چور میں بھی آیا ہے۔ انھوں نے بغداد اور مصر کے درمیان ایک پہاڑی علاقے میں ایک غار بنا رکھا تھا۔ جس کے اندر یہ اپنا لُوٹا ہوا مال جا کر چھپا دیتے تھے۔ اس غار کے منہ پر ایک بھاری پتھر کا دروازہ تھا جو کھل سم سم کا اسم پڑھنے سے کھل جاتا تھا اور بند ہو جا سم سم کا اسم پڑھنے سے بند ہو جاتا تھا۔ یہ ڈاکو بغداد سے مصر کے شاہی قبرستان میں ملکہ نفریتی کے اہرام میں ڈاکہ ڈالنے کے لیے آ رہے تھے۔ کیونکہ انھوں نے سن رکھا تھا کہ ملکہ نفریتی کے اہرام میں ہیرے جواہرات کا بڑا قیمتی خزانہ پڑا ہے۔

جب ان کا گزر پادری کے مکان کے سامنے سے ہوا تو ڈاکوؤں کے سردار نے مکان میں روشنی دیکھ کر گھوڑا روک لیا۔ دوسرے ڈاکو بھی وہیں رُک گئے۔ سردار نے کہا۔

"کیوں نہ اس مکان میں چل کر تھوڑی سی پیٹ پُوجا کر لی جائے۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ ملکہ نفریتی کے اہرام کا خزانہ بعد میں کھود لیں گے۔"

ڈاکوؤں کا سردار پادری کے مکان کی طرف آ گیا۔

چار ڈاکو مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور انھوں نے پادری کو قابو کر لیا۔ باقی مکان کے باہر گھوڑوں پر بیٹھے پہرہ دینے لگے۔ سردار نے مکان میں داخل ہو کر پادری سے کہا کہ کھانے کو جو کچھ ہے لے آؤ۔ پادری بے چارہ ڈاکوؤں کے خوفناک چہرے دیکھ کر تھر تھر کانپ رہا تھا۔ جھٹ زیتون کا تیل اور روٹیاں لے آیا۔ شہد کا پیالہ بھی سامنے رکھ دیا۔ سردار اور اس کے کچھ ساتھیوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ جانے لگے تو سردار کی نظر کونے میں رکھے صندوق پر پڑ گئی۔

"اس میں کیا ہے؟" اس نے گرج کر پوچھا۔

"اس میں سونے کا سانپ تھا۔" پادری نے کہا۔

"جناب کچھ نہیں۔ پرانے کپڑے ہیں۔"

سردار نے صندوق کھلوا کر دیکھا تو اندر سے ناگ کا سونے کا سانپ کا بُت نکل آیا۔ سردار ہنسا اور پادری کی طرف دیکھ کر بولا۔

"تم ہم سے یہ سونے کا خزانہ چھپا رہے تھے؟ بولو! اب تمھیں کیا سزا دی جائے؟"

پادری قدموں پر گر پڑا۔ سردار نے کہا۔

"ہم نے تمہارے گھر کی روٹی کھائی ہے۔ جاؤ تمہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

معاف کرتے ہیں۔ یہ سونے کا سانپ ہمارے خزانے میں رہے گا۔"

سردار نے ناگ کے سونے کے سانپ کو اپنی جیب میں رکھ لیا اور اپنے گروہ کے ساتھ پادری کے گھر سے نکل کر فرعون بادشاہوں کے پرانے قبرستان کی طرف روانہ ہو گیا۔ پادری نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کی جان بچ گئی۔ ڈاکو راتوں رات اہرام مصر کے قریب پہنچ گئے۔ تکونے اہرام ستاروں کی روشنی میں بڑے ہیبت ناک دکھائی دے رہے تھے۔ مگر ڈاکو خود بڑے ہیبت ناک تھے۔ وہ کئی بار یہ اہرام لوٹ چکے تھے۔ اس بار وہ ملکہ نفریتی کا اہرام لوٹنے آئے تھے۔ ان کے ایک جاسوس نے ملکہ کے اہرام کا پورا نقشہ انہیں بتا دیا تھا۔ ڈاکو سیدھا ملکہ کے اہرام پر پہنچ گئے۔ یہاں ایک خفیہ صحرائی جھاڑیوں سے چھپا ہوا راستہ ملکہ نفریتی کے اہرام کے اندر جاتا تھا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے اپنے آدمیوں کو باہر کھڑا کیا اور خود اپنے دو خاص ڈاکوؤں کے ہمراہ خفیہ راستے سے گزر کر ملکہ کے اہرام کے اندر پہنچ گیا۔

آگے ایک دیوار آ گئی۔ جب اسے نیزوں سے توڑا گیا تو دوسری طرف ایک تنگ کوٹھڑی نکل آئی۔ سردار

کوٹھڑی میں داخل ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ چاروں طرف ہیرے جواہرات اور سونے چاندی کے مرتبان بھرے پڑے ہیں۔ درمیان میں ایک تابوت ہے جس کے اوپر ملکہ نفریتی کا سونے کا چہرہ بنا ہوا ہے اور ایک چراغ اس کے سرہانے جل رہا ہے۔ اتنی ساتھیوں دیکھ کر سردار کی باچھیں کھل اٹھیں۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ سارے ہیرے جواہرات کے مرتبان ملکہ کے تابوت کے قریب لا کر رکھ دو۔ سارا خزانہ تابوت کے پاس جمع کر دیا گیا۔ سردار نے اپنی جیب سے ناگ کا سونے کا سانپ بھی اسی خزانے میں تابوت کے پاس رکھ دیا۔

اب قدرت خدا کی دیکھئے کہ جہاں ناگ سونے کے سانپ کی شکل میں پڑا تھا۔ وہاں تابوت کے چراغ کی روشنی عین اس کے اوپر پڑ رہی تھی۔ ملکہ نفریتی کے تابوت کے چراغ کی روشنی کا پڑنا تھا کہ یروشلم کے جادوگر کا طلسم ٹوٹنے لگا اور سونے کے سانپ میں زندگی کی لہر دوڑنا شروع ہو گئی۔

ڈاکوؤں کے سردار نے باہر آ کر اپنے سارے ڈاکوؤں کو حکم دیا کہ اہرام کے اندر جاؤ اور سارا خزانہ اٹھا کر گھوڑوں پر لاد دو۔ ڈاکو شور مچاتے چیختے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چلاتے خوشی سے دیوانے ہو کر اہرام میں گھس گئے اور لوٹ مار شروع کر دی۔ ڈاکوؤں کی تعداد چالیس تھی کیونکہ یہی علی بابا کی کہانی کے چالیس چور تھے۔ وہ تھوڑی ہی دیر میں سارا خزانہ اٹھا کر باہر لے آئے۔ ڈاکوؤں کے پاس فالتو گھوڑے بھی تھے۔ خزانے کے مرتبان فالتو گھوڑوں پر لاد کر باندھ دیے گئے اور ڈاکوؤں کا یہ گروہ بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔

ناگ سونے کے بُت کی شکل میں ایک مرتبان کے اندر ہیرے موتیوں کے ساتھ بند تھا۔ اس پر کیا گیا جادو ختم ہو چکا تھا۔ اور اس میں جان پڑنی شروع ہو گئی تھی مگر وہ بڑی آہستہ آہستہ دوبارہ زندہ ہو رہا تھا۔ سب سے پہلے ناگ کا دماغ زندہ ہوا اور اُسے سب کچھ یاد آنے لگا کہ کس طرح ماریا نے اُسے یروشلم کی ملکہ کے کمرے کے ایک طاق میں بیٹھا دیا تھا اور پھر وہاں جادوگر آیا۔ اس نے طلسم پڑھ کر اُس پر پھونکا اور وہ سونے کا سانپ بن گیا تھا۔ اور اسے کچھ ہوش نہ رہا تھا۔ ناگ کا دماغ پوری طرح زندہ ہو گیا تھا۔ مگر ابھی تک اس کا باقی جسم سونے کا ہی تھا۔ ڈاکوؤں کا گروہ گھوڑے دوڑاتا بغداد کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا۔

ساری رات کے سفر کے بعد ڈاکو دن کے وقت صحرا میں ایک جگہ رُکے۔ کچھ دیر کھانا کھانے کے بعد آرام کیا اور پھر گھوڑے دوڑاتے اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ دوسری رات بھی سفر میں گزر گئی۔ تیسرا دن آ گیا۔ ڈاکو ایک نخلستان میں آ کر گھوڑوں سے اُترے۔ یہاں انہوں نے ایک بار پھر آرام کیا۔ شام کو دوبارہ سفر شروع کر دیا۔ اگلے روز آدھی رات کو وہ اپنی منزل کے قریب پہنچ گئے تھے۔ دُور سے انہیں چاندنی رات میں وہ پہاڑ نظر آیا جس میں کھل جا سم سم کا غار تھا۔

بغداد کا سفر اس پہاڑ سے چھ سات میل کے فاصلے پر تھا۔ چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ بغداد شہر کو لوٹ کر آگ اور خون کا بازار گرم کر کے جا چکا تھا۔ لوگوں نے اپنی حویلیوں اور مکانوں کی پھر سے مرمت اور تعمیر شروع کر دی تھی۔ عباسی بادشاہ نے چنگیز خان کی اطاعت میں دوبارہ اپنا محل آباد کر لیا تھا۔ یہ قتل ہونے والے بادشاہ کا سب سے بڑا لڑکا تھا جو اب بغداد کے تخت پر بیٹھا تھا۔ شہر میں آہستہ آہستہ پھر سے رونق اور زندگی کی گرما گرمی واپس آ رہی تھی۔ چنگیز خان کے حملے کے وقت علی بابا شہر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے بھاگ گیا تھا۔ اب وہ پھر واپس آ گیا تھا اور بغداد کے ایک محلے میں اپنے مکان میں رہتا تھا۔ یہ جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹ کر لاتا اور شہر میں فروخت کر کے گزارہ کرتا تھا۔

کھل جا سم سم کے غار کو راستہ پہاڑیوں کے درمیان سے ہو کر جاتا تھا۔ ڈاکو گھوڑوں پر سوار غار کے سامنے جا کر رُک گئے۔ غار کے منہ پر پتھر کی بہت بڑی سل گری ہوئی تھی جس کو ایک ہزار آدمی مل کر بھی نہیں ہلا سکتے تھے۔ سردار نے اپنا گھوڑا لے کر پتھر کے دروازے کے سامنے آیا۔ اس نے دونوں بازو پھیلا کر کہا۔

"کھل جا سم سم!"

ایک گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ پتھر کی سل اپنی جگہ سے کھسک کر ایک طرف پہاڑ کے اندر چلی گئی۔ سُرنگ کا راستہ کھل گیا۔ سردار ڈاکوؤں اور لوٹے ہوئے خزانے کو لے کر غار کے اندر چلا گیا۔ آگے جا کر غار چوڑا ہو گیا تھا۔ وہاں پہلے ہی بڑی قیمتی لوٹی ہوئی چیزیں پڑی تھیں۔ یہ خزانہ بھی وہیں جمع کر دیا گیا۔ سردار نے آدھا خزانہ اپنے ڈاکو ساتھیوں میں بانٹ دیا اور باقی اپنے حصّے کے لیے رکھ لیا۔

ڈاکوؤں نے غار کے باہر آگ جلائی۔ وہ جو دُنبے اپنے ساتھ لوٹ مار کر لائے تھے۔ انہیں حلال کر کے وہیں بھُونا اور کھانے لگے۔ پھر وہ غار کے اندر ہی پتھروں پر لیٹ کر سو گئے۔ سارا دن سوئے رہے۔

شام کو سردار نے انہیں جگایا اور کہا۔

"سُنا ہے ایک بہت مالدار قافلہ یروشلم سے سفر کرتا ہوا مصر میں داخل ہونے والا ہے۔ کیونکہ نہ راستے میں اس کا صفایا کر دیا جائے۔"

ڈاکوؤں کے منہ کو حرام لگ چکا تھا۔ نعرے لگا کر بولے۔

"ہم تیار ہیں۔ ہم تیار ہیں۔"

ڈاکوؤں کے سردار نے اپنے چالیس ڈاکوؤں کو ساتھ لیا اور اسی رات بغداد کے پہاڑوں سے نکل کر آندھی کی طرح یروشلم اور مصر کے درمیانی صحرا کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ اس قافلے کو مصر کی سرحد سے کافی دور پہلے ریگستان میں ہی لوٹ لینا چاہتے تھا۔ یہ وہ قافلہ تھا جس میں ماریا بھی سفر کر رہی تھی۔ جس قافلے میں عنبر سفر کر رہا تھا۔ وہ یروشلم سے چل کر موصل اور دمشق سے ہوتا ہوا مصر کی طرف سفر کر رہا تھا۔ جس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وقت ڈاکو غار کے منہ کو بند کر کے وہاں سے چلے گئے تھے۔ عین اس وقت بغداد اور الف لیلہ کا مشہور کردار علی بابا اپنے دونوں گدھوں کے ساتھ ایک طرف چھپا یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔ جونہی ڈاکو نظروں سے اوجھل ہوئے علی بابا غار کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کو وہ اسم یاد تھا جو ڈاکو بولا کرتے تھے۔ اس نے بھی بازو پھیلا کر کھل جا سم سم کہا اور دروازہ کھل گیا۔

علی بابا غار میں داخل ہو گیا۔ اندر سونے جواہرات سے بھرا ہوئے مرتبان صندوق اور قیمتی خزانہ پڑا تھا۔ علی بابا کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ علی بابا نے جلدی جلدی جواہرات اور اشرفیوں سے بھرے ہوئے دو مرتبان اٹھا کر گدھوں پر لادے اور غار سے باہر نکل گیا۔ ان میں سے ایک مرتبان میں ناگ بھی تھا۔ وہ آہستہ آہستہ زندگی کی طرف لوٹ رہا تھا۔ اس کا دماغ اور آنکھیں زندہ ہو چکی تھیں باقی جسم ابھی سونے کا تھا۔ ناگ کی زندہ آنکھیں سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔ اس نے غار کو بھی دیکھا۔ علی بابا کو بھی دیکھا اور سمجھ گیا کہ یہ علی بابا چالیس چوروں کی غار ہے اور الف لیلہ کی کہانی ایک بار پھر دہرائی جا رہی ہے۔

اپنے گھر میں آ کر جیسا کہ الف لیلہ کی کہانی میں لکھا

ہے۔ علی بابا نے اپنے چچا قاسم کے گھر سے ترازو منگوایا۔ اور اس کی بیوی نے ترازو کے ایک پلڑے کے نیچے موم چپکا دی۔ علی بابا اور اس کی بیوی کوٹھڑی بند کر کے بیٹھ گئے اور اشرفیاں اور جواہرات تولنے لگے۔ ایک مرتبان سے سونے کا سانپ نکلا تو علی بابا کی بیوی ڈر گئی۔ "سانپ!" اس نے چلا کر کہا۔ علی بابا بھی پہلے ڈر گئے۔ پھر سانپ کو دیکھ کر بولا۔

"ارے یہ تو سونے کا ہے۔"

اس کی بیوی کہنے لگی۔

"مگر اس کی آنکھیں زندہ ہیں۔ دیکھو کیسے آنکھوں میں سے شعاعیں نکل رہی ہیں۔"

علی بابا نے غور سے ناگ کی آنکھوں کو دیکھا۔ ڈاڑھی کھجا کر بولا۔

"تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ یہ سونے کا سانپ ہے۔ یہ بڑا مبارک ہوتا ہے اور دولت کی حفاظت کرتا ہے۔ ہم اسے اپنے خزانے کے ساتھ رکھیں گے۔"

انہوں نے خزانے کو کوٹھڑی میں ایک جگہ زمین کھود کر چھپا دیا اور سونے کے سانپ کو کونے میں ایک طرف رکھ دیا۔ علی بابا کی چچی نے جب ترازو کو دیکھا تو اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ایک پلڑے کے نیچے اشرفی اور ہیرا چپکا ہوا تھا۔ اس نے اپنے خاوند قاسم سے کہا کہ علی بابا کو کہیں سے خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے تم بھی جا کر معلوم کرو۔ قاسم بڑا چالاک اور مکار شخص تھا۔ اس نے علی بابا سے خزانے کا راز معلوم کرنے کی کوشش کی مگر علی بابا بھی کوئی احمق نہیں تھا۔ اس نے قاسم کو کچھ بھی نہ بتایا۔ قاسم اس کے پیچھے لگا رہا اور چکنی چپڑی باتیں کر کے خزانے کا راز معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

اُدھر ڈاکو ریگستان میں قافلے کے سر پر پہنچ گئے۔ ماریا اس قافلے کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ ڈاکوؤں کو دیکھ کر قافلے کے مسافر اِدھر اُدھر ریگستان میں بھاگ گئے اور ریت کے ٹیلوں کے پیچھے جا کر چھپ گئے۔ ڈاکوؤں نے اونٹوں اور گھوڑوں پر لدا ہوا سامان کھول کر ان میں سے قیمتی چیزیں نکال کر جمع کرنی شروع کر دیں۔ ماریا نے ڈاکوؤں کے سردار کو دیکھا کہ وہ ایک سیاہ عربی گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھا تلوار لہراتے ہوئے ڈاکوؤں کو ڈانٹ مار پر اُکسا رہا تھا۔ ماریا نے سوچا کہ اس کم بخت کی پہلے گردن اڑانی چاہیے۔ وہ اس کے قریب گئی۔ چاہتی تھی کہ اسی کی تلوار چھین کر اس کی گردن پر وار کرے کہ اچانک ٹھٹک گئی۔ اسے ناگ کی خوشبو آنے

لگی تھی۔ اس نے گہرا سانس لے کر چاروں طرف سونگھا۔ یہ خوشبو ڈاکوؤں کے سردار کے کپڑوں سے آ رہی تھی۔

ماریا بڑی خوش ہوئی کہ ناگ کا سراغ مل گیا۔ اب سوال یہ تھا کہ ڈاکوؤں کے سردار کے کپڑوں سے ناگ کی خوشبو کیوں آ رہی ہے؟ خوشبو اتنی تیز بھی نہیں تھی کہ جس کا مطلب یہ ہوتا کہ ناگ سردار کی جیب میں چھپا بیٹھا ہے۔ ناگ اگر اس کی جیب میں ہوتا تو اسے بھی ماریا کی خوشبو آ گئی ہوتی اور وہ باہر نکل آتا۔ ماریا سردار سے پوچھ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے کپڑوں سے ناگ کی خوشبو کیوں آ رہی ہے۔ وہ اس نتیجے پر پہنچی کہ یہ شخص جس جگہ سے آ رہا ہے ضرور وہاں پر ناگ بھی موجود ہے۔ اتنے میں سردار نے چلا کر کہا۔

"بہت مال لوٹ لیا۔ اب واپس اپنے غار میں چلو۔"

ماریا کا ماتھا ٹھنکا۔ ہو نہ ہو ناگ ضرور ان ڈاکوؤں کے غار میں کہیں ہے۔ ماریا نے مصر جانے کا خیال چھوڑ دیا اور ڈاکوؤں کے ساتھ ان کے غار کی طرف روانہ ہو گئی۔

اُدھر یہ ہو رہا تھا اور اُدھر بغداد میں علی بابا نے ایک شاندار حویلی خرید لی تھی اور اس میں بڑے ٹھاٹھ سے زندگی بسر کر رہا تھا۔ نوکر چاکر اس کی خدمت پر تیار رہتے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کنیزیں اس کی بیوی کی خدمت کرتی تھیں۔ اس سے اس کے چچا قاسم نے بھی خزانے کا راز معلوم کر لیا تھا اور وہ بھی دو تین بار جا کر غار سے خزانہ لوٹ لایا تھا۔ دونوں چچا بھتیجے نے ساتھ ساتھ حویلیاں خرید لی تھیں۔ اور امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ سے رہنے لگے تھے۔

اُدھر ڈاکوؤں کا گروہ اپنے غار کی طرف چلا آ رہا تھا۔ ادھر علی بابا کے چچا قاسم نے لالچ کیا اور خچر لے کر ایک بار پھر کھل جا سم سم کے غار میں خزانہ چرانے چلا گیا۔ اس بار اس کی موت اسے وہاں لے گئی تھی۔

ناگ کے آدھے جسم میں جان پڑ چکی تھی۔ مگر جب تک اس کے سارے ناگ میں لہو گردش نہ کرے وہ زندہ نہیں ہو سکتا تھا۔ علی بابا نے اسے سونے کا سانپ سمجھ کر اپنے خزانے کے اوپر بند کوٹھڑی میں رکھا ہوا تھا۔ علی بابا کا چچا قاسم خچر کو باہر کھڑا کر کے غار میں داخل ہو گیا۔ وہ ہیرے جواہرات باندھ کر باہر نکلنے لگا تو کھل جا سم سم کا اسم بھول گیا۔ دروازہ بند تھا اور اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا بولے کہ دروازہ کھل جائے۔ کبھی بھاگ کر ایک طرف جاتا، کبھی بھاگ کر دوسری طرف جاتا کبھی کچھ کہتا، کبھی کچھ بولتا۔ مگر کھل جا سم سم، اس کی

زبان پر نہیں آ رہا تھا۔ اتنے میں ڈاکو غار کے دروازے پر پہنچ گئے۔ سردار نے بازو پھیلا کر اسم پڑھا۔ غار کا دروازہ کھل گیا اور ڈاکو غار میں داخل ہو گئے۔ سردار نے جو ایک آدمی کو اشرفیوں کی بوریوں کے پیچھے چھپا دیکھا تو اسے گردن سے پکڑ کر باہر کھینچ لایا۔ اب جو اس نے دیکھا تو خزانے میں سے بہت سے جواہرات اور اشرفیوں کے تھیلے ہی مرتبان غائب تھے۔ وہ مرتبان بھی غائب تھا جس میں سردار نے اپنا پسندیدہ سونے کا سانپ رکھا تھا۔ سمجھ گیا کہ یہی چور ہے جس نے کھل جا سم سم کا راز کہیں سے معلوم کر لیا ہے اور چپکے چپکے ان کے پیچھے خزانہ لوٹتا رہا تھا۔ سردار نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کی گردن اڑا دی۔ اور لاش غار کے درمیان چھت سے لٹکا دی۔ ماریا غار میں ایک طرف کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

اسے معلوم ہو گیا تھا کہ علی بابا کی کہانی دوبارہ تاریخ کے سٹیج پر کھیلی جا رہی ہے اور یہ علی بابا کا چچا قاسم ہے۔ چونکہ تاریخ میں اس کا مر جانا ہی لکھا تھا اس لیے وہ اسے نہیں بچا سکتی تھی۔ ماریا نے محسوس کیا کہ غار کے ایک کونے میں سے ناگ کی خوشبو زیادہ تیز آ رہی تھی۔ ماریا اس کونے میں آ گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ یہاں ناگ کافی دن
بیٹھا رہا ہے۔ ڈاکو کچھ دیر آرام کرنے کے بعد پھر کہیں
شکار کی تلاش میں نکل گئے۔ غار میں ماریا اور قاسم کی لاش
رہ گئی۔ ماریا نے دیکھا کہ لاش کے پاؤں میں جوتی تھی اور
دوسری جوتی زمین پر گری ہوئی ہے۔ ماریا کو معلوم تھا کہ
آج رات کسی وقت علی بابا آئے گا اور اپنے چچا کی لاش
گدھے پر لاد کر لے جائے گا، مگر وہ زمین پر گری ہوئی
جوتی اٹھانی بھول جائے گا۔ پھر ایک ڈاکو اس جوتی کو
لے کر قاسم کے گھر کی تلاش میں نکلے گا اور علی بابا
کے گھر پہنچ جائے گا اور اس کے مکان پر نشان لگا
کر واپس آ جائے گا۔ اس کے بعد علی بابا کی کنیز مرجینا
گلی کے سارے مکانوں پر وہی نشان لگا دے گی اور
ڈاکو چکر میں پڑ جائیں گے۔ اس کے بعد سردار خود علی بابا
کی حویلی میں اپنے چالیس چوروں کو تیل کے خالی کنستروں
میں چھپا کر آئے گا اور یوں کہانی آگے چلے گی۔ اس
کہانی میں کسی جگہ بھی ماریا ذرا سا بھی دخل نہیں دے
سکتی تھی۔ کیونکہ جس طرح سے کہانی لکھی گئی تھی۔ اس کے
واقعات کو اسی طرح ہونا تھا۔ ماریا قاسم کی زمین پر
پڑی ہوئی جوتی بھی نہیں اٹھا کر پہلے کر سکتی تھی

عنبر نے ماریا اور ناگ دونوں کو منع کر رکھا تھا کہ وہ
تاریخ کی کہانیوں اور واقعات کی کسی بھی کڑی کو اپنی
جگہ سے ادھر اُدھر نہ کریں۔ کیونکہ اس طرح سے تاریخ
کے واقعات کے سلسلے درہم برہم ہو جاتے ہیں۔

ماریا ناگ کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ یہاں سے
ناگ کہاں چلا گیا ہوگا۔ وہ یہاں کس طرح آ گیا؟ ہو سکتا
ہے وہ دوبارہ بھی اسی غار میں آ جائے۔ ماریا ناگ کا انتظار
کرنے لگی۔ جب رات آدھی گزر گئی تو باہر سے کسی نے
کھل جا سم سم کہا۔ غار کا دروازہ کھل گیا اور علی بابا اپنے
گھوڑے کو لے کر غار میں داخل ہوا۔

ماریا نے تاریخ کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے الف
لیلا کی کہانیوں میں علی بابا چالیس چوروں کی کہانی بڑے
شوق سے پڑھی تھی۔ اس وقت وہ اس کہانی کے خاص
کردار علی بابا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ علی بابا
نے اپنے چچا قاسم کی لاش دیکھی تو اسے بہت دکھ ہوا۔
اسے پتہ گیا کہ ڈاکوؤں نے اس کا کام تمام کر دیا ہے۔
اس نے لاش کو نیچے اتارا اور گھوڑے پر ڈال کر گھوڑے
کو پیچھے موڑنے کے لیے ماریا کے ذرا قریب آیا تو ماریا کو
اس کے کپڑوں سے ناگ کی بڑی تیز خوشبو آئی۔ ماریا چونک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اٹھی۔ کیا ناگ علی بابا کے پاس ہے؟ علی بابا غار سے باہر نکل گیا۔ ماریا بھی اس کے پیچھے چل دی۔ غار کا دروازہ بند کر کے علی بابا دوسرے گھوڑے پر خود بیٹھ گیا اور رات کے اندھیرے میں صحرائی راستے پر سے ہوتا بغداد شہر کی طرف روانہ ہوا۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

بغداد شہر وہاں سے تھوڑی ہی دور تھا۔ صبح ہونے سے پہلے پہلے علی بابا شہر کی گلیوں میں آ گیا۔ بغداد کی گلیاں پچھلی رات کے اندھیرے میں بڑی پُر اسرار لگ رہی تھیں۔ علی بابا اپنی شاندار حویلی میں داخل ہو گیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی حویلی کے اندر چلی گئی۔ یہاں اسے چاروں طرف ناگ کی ہلکی خوشبو پھیلی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ بڑی خوش ہو گئی۔ اسے یقین ہو گیا کہ ناگ اس حویلی میں کسی جگہ موجود ہے۔

علی بابا نے چچا کی لاش راتوں رات اس کے گھر ساتھ والی حویلی میں پہنچا دی۔ اس کی بیوی دھاڑیں مار کر رونے لگی۔ مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ علی بابا اپنے گھر آ کر سو گیا۔ ناگ کی خوشبو سارے گھر میں ایک جیسی پھیلی ہوئی تھی۔ کسی جگہ پر بھی ماریا کو یہ خوشبو تیز محسوس نہ ہوئی

جس سے وہ یہ اندازہ لگا سکتی کہ ناگ اس جگہ پر ہے۔ اس نے ساری حویلی میں گھوم پھر کر دیکھ لیا۔ سب جگہ ناگ کی خوشبو ایک ہی طرح کی ہلکی ہلکی تھی۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ ناگ پر ابھی طلسم کے اثر کی کمزوری ختم نہیں ہوئی تھی اور وہ پوری طرح زندہ نہیں ہوا تھا۔ وہ علی بابا کی کوٹھڑی میں خزانے کے اوپر کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ اور اس کا آدھا دھڑ ابھی تک سونے کا تھا۔ جس کی وجہ سے اسے ماریا کی بھی خوشبو بہت ہلکی ہلکی آ رہی تھی مگر وہ ابھی زبان سے کوئی لفظ نہیں ادا کر سکتا تھا۔ اسے پوری طرح ٹھیک ہونے کے لیے ابھی تین دن چار راتوں کی ضرورت تھی۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قبر کی دُلہن

جب رات گہری ہو گئی تو ماریا علی بابا کی حویلی سے نکل آئی۔ وہ اسی سوچ میں گم تھی کہ تاگ کی خوشبو اگر اس حویلی سے آ رہی ہے تو وہ خود کہاں ہے؟ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہوا میں بکھر گیا ہے۔ ماریا کا یونہی دل چاہا کہ وہ ذرا باہر تازہ ہوا میں رات کو گھومے پھرے۔ شہر ایک بھیانک تباہی سے گزرنے کے بعد دوبارہ آہستہ آہستہ زندہ ہو رہا تھا اور اس کی رونق واپس آ رہی تھی۔ ماریا چلتی چلتی دریائے دجلہ کے کنارے پر آ گئی۔ یہاں ایک طرف کھجوروں کا جھنڈ تھا۔ اس طرف سے میٹھی کھجوروں کی خوشبو آ رہی تھی۔ ماریا کو یہ خوشبو بڑی اچھی لگی۔ وہ کھجوروں کے جھنڈ کے قریب آئی تو اس نے دیکھا کہ وہاں ایک قبرستان ہے۔ اینٹوں کی چار دیواری میں بے شمار قبریں بکھری ہوئی تھیں۔ ماریا کو قبرستانوں سے کبھی ڈر نہیں لگا تھا۔ مگر اس قبرستان میں کوئی انوکھی بات

تھی کہ اس کے اندر داخل ہوتے ہی ماریا کو اپنے جسم میں ایک ٹھنڈی لہر دوڑتی محسوس ہوئی۔

رات بہت اندھیری تھی۔ آسمان پر نہ تو چاند تھا اور نہ وہاں کسی قبر پر کوئی دیا ہی جل رہا تھا۔ ستارے بادلوں میں چھپے ہوئے تھے۔ ماریا کے کان میں ایسی آواز آئی جیسے کسی نے اسے کہا ہو کہ اس قبرستان سے باہر نکل جاؤ۔ لیکن ماریا نے کوئی خیال نہ کیا۔ ماریا قبروں کے درمیان بنے ہوئے راستے پر گھومنے لگی۔ قبروں پر گھاس اُگی ہوئی تھی۔ کھجور کی شاخیں ہوا میں سرسراتیں تو قبرستان کی خاموشی اور گہری ہو جاتی۔

ماریا کو ایک جگہ سے بہت ہی ہلکی سی روشنی دکھائی دی۔ وہ روشنی کی طرف بڑھی کہ یہ کہاں سے آ رہی ہے۔ قریب جا کر اس نے دیکھا کہ ایک قبر پھٹی ہوئی تھی اور روشنی اس کے اندر سے آ رہی تھی۔ قبر کے اندر اتنے کو ایک سوراخ سا بن گئی تھی۔ ماریا یہ معلوم کرنے کے لیے کہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے۔ نیچے قبر میں اُتر گئی۔ یہ ایک کافی بڑا گڑھا تھا۔ قبر میں ایک مُردے کی کھوپڑی اور انسانوں کی ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ ماریا نے دیکھا کہ قبر کی دیوار میں ایک طاق بنا ہے جو بند ہے اور اس کی درز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں۔ سے روشنی کی کرنیں باہر نکل رہی ہیں۔ ماریا نے طاق
کو تھوڑا سا آگے دھکیلا تو اسے ایک زبردست جھٹکا لگا
اور وہ اپنی جگہ پر اس طرح گھومنے لگی۔ جس طرح آندھی
کے بگولے میں پھنسا ہوا کاغذ گھومنے لگتا ہے۔ وہ چیخ رہی
تھی اور اس بگولے سے نکلنے کی بہت کوشش کر رہی تھی مگر
بگولہ اسے اٹھا کر طاق کے اندر لے جا رہا تھا۔

ماریا سمجھ گئی کہ یہاں کسی نے جادو کر رکھا ہے اور وہ
طلسم میں پھنس گئی ہے۔ بگولے نے اسے اٹھا کر طاق کی
دوسری طرف پھینک دیا۔ ماریا زمین پر گر پڑی۔ وہ اوندھے
منہ پڑی تھی اور اس کا سر ابھی تک چکرا رہا تھا پھر اس
نے چہرہ اوپر اٹھا کر دیکھا۔ قبر کا طاق بند ہو گیا تھا۔ وہ
جلدی سے اٹھ کر طاق کی طرف گئی تاکہ وہاں سے نکل سکے
وہ شعاعوں کی طرح پتھروں اور لوہے کی دیواروں سے بھی
گزر جاتی تھی۔ مگر طاق کے قریب جاتے ہی اسے ایک بار
پھر وہی جھٹکا لگا اور وہ گھومتی چکر کھاتی دس فٹ دور
زمین پر جا گری۔ یہ میں کس مصیبت میں پھنس گئی ہوں!
وہ سوچنے لگی۔ اس نے دیکھا کہ روشنی ایک دیوار سے
نکل رہی ہے۔ اس دیوار میں ایک سوراخ تھا۔ ماریا اس سوراخ
سے نکل کر دوسری طرف آ گئی۔

یہاں اس نے دیکھا کہ وہ کسی پرانی خانقاہ کے محراب دار
دروازے میں کھڑی ہے۔ ایک پتھر پر کافوری چراغ روشن
ہے جس کی روشنی دیوار سے نکل کر طاق اور طاق کی درز
سے گزر کر قبر میں پڑ رہی ہے۔ خدایا! یہ کون سی جگہ ہے
یہاں کون دفن ہے؟ ماریا نے آگے قدم بڑھایا ہی تھا کہ
اسے قدموں کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز ایسی تھی۔ جیسے کوئی
انسان آہستہ آہستہ سیڑھیاں اتر رہا ہو۔ ماریا محراب کی اوٹ
میں ہو گئی۔ ایک طرف دیوار کے ساتھ اوپر کو پتھر کی پرانی
سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ ماریا کی نظر ان سیڑھیوں پر ہی تھی۔
آواز اُدھر ہی سے آ رہی تھی۔

چند لمحوں کے بعد ماریا نے دیکھا کہ ایک آدمی جس
نے ہزاروں برس پرانے مصری کاہن کا لباس پہن رکھا تھا۔
ایک سرخ لباس والی عورت کو بازوؤں پر اٹھائے سیڑھیاں
اتر رہا ہے۔ عورت کے بازو نیچے لٹک رہے تھے اور وہ
بے ہوش لگتی تھی۔ مصری کاہن کا سر منڈا ہوا تھا اور اس
کے لمبے کرتے کا رنگ نیلا اور سیاہ تھا جیسا کہ پرانے مصری
کاہن پہنا کرتے تھے۔ آج سے پانچ ہزار سال پہلے ماریا نے
ایسے مصری کاہن فرعون کے زمانے میں دیکھے تھے۔ یہ لوگ
بڑے زبردست جادوگر ہوتے تھے۔ یہ ایسا ایسا جادو جانتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے کہ ہوا میں اُڑ کر سیر کیا کرتے اور اپنے دشمن کا گھر بیٹھے کلیجہ نکال لیا کرتے تھے۔ ماریا کو اب معلوم ہو چکا تھا کہ اس جگہ اس مصری کاہن نے طلسم کر رکھا ہے جس کی وجہ سے وہ دیوار کے پار نہیں جا سکتی اور اس قبر کے نیچے پُر اسرار خانقاہ میں قید ہو گئی ہے۔

ماریا کو اب یہ معلوم کرنا تھا کہ یہ عورت کون ہے۔ جس کو کاہن اپنے بازوؤں پر اٹھائے ہوئے سیڑھیاں اُتر کر سامنے دیوار کی طرف آہستہ آہستہ جا رہا تھا۔ اس کے قریب جاتے ہی دیوار اپنی جگہ سے شق ہو گئی۔ کاہن عورت کو لے کر اندر داخل ہو گیا۔ دیوار اپنے آپ بند ہو گئی۔ ماریا دبے پاؤں چلتی دیوار کے پاس آ گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ مصری کاہن کو ابھی تک ماریا کے اندر آنے کا علم نہیں ہوا تھا اگر ایسی بات ہوتی تو وہ ضرور اسے اپنے طلسم میں جکڑنے کی کوشش کرتا۔

ماریا نے دیوار کی طرف ہاتھ پھیلائے کہ وہ دوسری طرف نکل جائے۔ وہ بڑی آسانی کے ساتھ دیوار کی دوسری طرف آ گئی۔ یہاں کوئی طلسم نہیں تھا۔ ماریا ایک چھوٹے سے حجرے ایسی کوٹھڑی میں آ گئی۔ جہاں کونے میں شمع روشن تھی۔ ایک مومی کائبت دیوار کے ساتھ رکھا تھا۔ ایک چبوترے

پر مصری کاہن نے عورت کو لٹا دیا تھا اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مصری کاہن نے عورت کے منہ کے اوپر اپنا پنجہ کھول دیا اور پھر تین بار اوپر نیچے کیا۔ عورت کو ہوش آ گیا۔

ماریا دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی یہ تماشہ خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔ اس بات سے اسے بڑی تسلی ہوئی تھی۔ کہ کاہن کو یہ پتہ نہیں ہے کہ ماریا وہاں موجود ہے۔ مصری کاہن نے عورت کو آنکھیں کھول کر جھپکاتے ہوئے دیکھا تو بھاری خرخراہٹ والی آواز میں کہا۔

"تم میری دلہن ہو۔ تم ساری زندگی اسی قبر کے اندر میرے پاس رہنا ہوگا۔"

ماریا کو عورت کی سسکیوں کی آواز سنائی دی۔ مصری کاہن اس بدنصیب عورت سے عربی میں بات کر رہا تھا۔ حالانکہ وہ فرعون کے زمانے کا کاہن تھا اور اس کے ماتھے پر تین سُرخ لکیریں بنی ہوئی تھیں جو پرانے زمانے کے کاہن جادو کر اپنے ماتھے پر بنایا کرتے تھے۔ ماریا ان لکیروں کو خوب پہچانتی تھی۔ اور وہ پرانی مصری زبان اچھی طرح جانتا تھا۔ کاہن نے ایک دو منٹ ہاتھ کھڑا کر کے پرانی مصری زبان میں بھی پڑھے جو ماریا جانتی تھی۔ لیکن چونکہ وہ عورت بغداد کی رہنے والی تھی،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس لیے کاہن اس کے ساتھ عربی زبان میں بات کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"رونے سے کچھ نہیں ہوگا۔ تمہیں میرے پاس آئے آج ایک مہینہ گزر گیا ہے۔ میرا چلہ ساٹھ دنوں میں پورا ہوگا۔ ساٹھویں روز میں تمہارا سینہ کھول کر تمہارا گرم گرم دھڑکتا ہوا دل کھا جاؤں گا۔ پھر میں دوبارہ ایک بہت طاقتور فرعون بن کر جی اٹھوں گا۔ اور ساری دنیا پر میری حکومت ہوگی۔ میرا مقابلہ چنگیز خان کا لشکر بھی نہ کر سکے گا۔ کیونکہ پھر میں مر نہ سکوں گا۔ ابھی میں مرا ہوا ایک پانچ ہزار سال پرانا مُردہ ہوں اور صرف قبر کے اندر اس کوٹھڑی میں اپنے جادو کے زور سے زندہ ہوں۔ میرے چلے میں ایک مسلمان کنواری لڑکی سے شادی کر کے اسے اس قبر میں زندہ رکھنا سب سے بڑی شرط ہے اور میں اسی لیے تمہیں یہاں لایا ہوں۔"

عورت رونے لگی۔ کاہن نے کہا۔

"رونے دھونے سے کچھ نہیں ہوگا۔ تمہاری قسمت میں یہی لکھا تھا کہ تم میری دلہن بن کر میرے ساتھ قبر میں رہو اور ساٹھ روز کے بعد

میں تمہارا دل تمہارے سینے سے نکال کر کھا جاؤں یہاں تمہاری مدد کرنے والا کوئی نہیں ہے۔"

عورت نے ہچکی لیتے ہوئے کہا۔

"میرا خدا میری مدد کرے گا۔"

کاہن نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر منتر پڑھا اور کہا۔

"میرے دیوتا تمہارے خدا کی مدد اس قبر کے اندر نہیں پہنچنے دیں گے۔ صرف تیس دن اور باقی رہ گئے ہیں۔ اب تم یہاں آرام کرو۔ میں کل رات پھر تمہارے پاس آؤں گا۔"

یہ کہہ کر کاہن اپنی جگہ سے اٹھا اور دیوار کے قریب آیا۔ دیوار اپنی جگہ سے ہٹتی چلی گئی۔ کاہن اس میں سے گزر گیا۔ دیوار پھر بند ہو گئی۔ اب اس کوٹھڑی میں ماریا اور وہ عورت اکیلی رہ گئیں۔ عورت تھوڑی دیر روتی رہی۔ پھر بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی اور اپنا اداس چہرہ گھٹنوں میں چھپا کر گہری سوچ میں گم ہو گئی۔ کونے میں چراغ جل رہا تھا۔ اس کی روشنی میں بدقسمت عورت کے سیاہ بال اس کے شانوں پر بکھرے نظر آ رہے تھے۔ کونے میں ممی کا بت خاموش کھڑا تھا۔ بت کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ جس کا رُخ دیوار کی طرف تھا۔

ماریا کو ایک بات کی خوشی تھی کہ کاہن اپنے جادو کے باوجود اسے نہیں دیکھ سکا تھا۔ اس نے کوئی ایسا جادو کر رکھا تھا کہ جو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قبر کے اندر آ جائے پھر باہر نہیں جا سکتا تھا۔ اس کے جادو نے ماریا کو قبر کے اندر بند ضرور کر دیا تھا مگر وہ اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اگر دیکھ سکتا تو ماریا کو عورت کے پاس کبھی اکیلا چھوڑ کر نہ جاتا۔ اس سے ماریا کو حوصلہ ہوا اور اسے یقین ہونے لگا کہ وہ اس بدنصیب مسلمان عورت کی جان بچا لے گی۔ اب وہ اس عورت سے بات کرنا چاہتی تھی۔ خطرہ تھا کہ وہ ڈر جائے گی۔ لیکن اس سے بات کرنی بہت ضروری تھی۔ ماریا اس کے پاس آ گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا

"السلام علیکم"

عورت نے ایک دم اپنا چہرہ اوپر اٹھایا۔ اس کے سیاہ بال پیچھے ہو گئے۔ ماریا نے دیکھا کہ ایک خوبصورت عورت تھی مگر چہرہ موت کے خوف سے زرد ہو رہا تھا اور آنکھوں میں آنسو سوکھ چکے تھے۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے کوٹھڑی میں اس طرف دیکھ رہی تھی جدھر سے اسے ماریا کی آواز آئی تھی۔ ماریا نے کہا

"بہن ڈرو نہیں۔ میں تمہاری مدد کرنے آئی ہوں"

عورت نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا

"تم ـــــ تم کون ہو۔ کیا ـــــ کیا تم میری بہن کی روح ہو؟"

ماریا نے کہا

"میں تمہاری بہن کی روح نہیں ہوں۔ مگر تم یہی سمجھ لو، ویسے میرا نام ماریا ہے اور میں بھی تمہاری طرح ایک لڑکی ہوں مگر کسی طلسم کی وجہ سے غائب ہوں اور تم مجھے نہیں دیکھ سکتیں۔ مجھے تمہارا کاہن شوہر بھی نہیں دیکھ سکا"

عورت نے کہا۔

"وہ میرا شوہر نہیں ہے۔"

ماریا بولی۔

"میں نے ساری گفتگو سن لی ہے۔ جب وہ تم سے باتیں کر رہا تھا تو میں اسی جگہ کھڑی تھی۔ مگر یہ تمہیں کہاں سے اٹھا کر لایا ہے اور تم کون ہو؟"

پھر اس عورت نے اپنی کہانی یوں بیان کی۔

"میری ہمدرد بہن! میرا نام خولہ ہے۔ میں بغداد کے ایک سوداگر کی اکلوتی بیٹی ہوں۔ ایک دن میں اپنے گھر والوں کے ساتھ قبرستان میں فاتحہ پڑھنے آئی۔ میں نے اپنے بالوں میں خوشبودار تیل لگا رکھا تھا۔ شام کا وقت تھا۔ قبروں پر چراغ روشن تھے۔ میرا باپ اور میری خالہ ایک جگہ فاتحہ پڑھ رہے تھے کہ میں اپنی ایک سہیلی کی قبر کی تلاش میں اس طرف آ نکلی۔ میں نے ایک قبر دیکھی جو کھلی تھی اور جس کے اندر مردے کی کھوپڑی اور ٹانگوں کی ہڈیاں نظر آ رہی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں ان پر مٹی ڈالنے کے لیے جھکی ہی تھی کہ جیسے کسی نے پیچھے سے مجھے دھکا دے دیا اور میں قبر کے اندر گر پڑی دہشت کے مارے میری آواز بھی نہ نکل سکی اور پھر میں ایک بگولے میں پھنس گئی اور زور سے چکر کھانے لگی۔ اس بگولے نے مجھے اٹھا کر قبر کے طاق کی دوسری طرف پھینک دیا۔ میں بے ہوش ہو گی۔ ہوش آیا تو دیکھا کہ یہی کاہن میرے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے سونے کی انگوٹھی میری انگلی میں ڈال کر کہا۔ تم آج سے میری دلہن ہو۔ میں ہی تمہیں یہاں لایا ہوں۔ اس بات کو آج پورا ایک مہینہ گزر گیا ہے۔ خدا جانے میری جدائی میں میرے باپ کا کیا حال ہو گا۔"

یہ کہہ کر وہ عورت جس کا نام خولہ تھا رونے لگی۔

ماریا نے پوچھا۔

"کیا تم نے یہاں سے نکلنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔"

خولہ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"یہاں میرے ارد گرد کوٹھڑی کے اندر اور باہر زبردست جادو کر دیا گیا ہے۔ یہ جو میں کا بت تم دیکھ رہی ہو، یہ مجھ پر پہرہ دے رہا ہے۔ یہ جادو کا بت ہے۔ میں اگر دیوار سے ٹکریں بھی ماروں تو وہ مجھے راستہ نہیں دے گی۔"

پھر خولہ نے کہا۔

"اب تم آ گئی ہو تو میری مدد کرو اور مجھے یہاں سے کسی طرح باہر نکالو۔ نہیں تو یہ بدبخت کاہن مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اور میرا دل نکال کر چبا جائے گا۔"

ماریا نے گہرا سانس لے کر کہا۔

"میں کوشش کروں گی۔ کیونکہ اس وقت اس کاہن نے قبر کے طاق کے ارد گرد ایسا جادو کا دائرہ کھینچ رکھا ہے کہ اس کے اندر سے میں بھی تمہیں ساتھ لے کر نہیں نکل سکتی۔ اس جادو کے دائرے سے ٹکرا کر میں چکر کھاتی ہوئی اس قبر کے اندر آ گئی ہوں اور میں نے کاہن کو تمہیں بازوؤں پر اٹھائے اس طرف آتے دیکھا۔"

خولہ نے پوچھا۔

"پھر تم یہاں کیسے آ گئیں۔"

ماریا نے کہا۔

"میں دیوار میں سے گزر جاتی ہوں۔ یہاں کا جادو مجھ پر اثر نہیں کر سکا۔ اور کاہن مجھے دیکھ بھی نہیں سکا۔ یہی ایک بات ہے جو مجھے حوصلہ دیتی ہے۔"

خولہ اداس ہو گئی۔ اس نے اپنا سر گھٹنوں پر رکھ دیا اور آنسو بھری آواز میں کہا۔

"ایسا لگتا ہے کہ ماریا بہن تم بھی یہاں میرے ساتھ ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قید ہو گئی ہے اور شاید تم بھی میری کوئی مدد نہیں کر سکو گی۔"

یہ کہہ کر خولہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ماریا اگرچہ اسے حوصلہ دے رہی تھی مگر دل میں وہ بھی پریشان تھی کہ اسے لے کر وہاں سے کیسے باہر نکل سکے گی۔ کیونکہ زبردست کاہن کے جادو کے آگے وہ بھی اپنے آپ کو بے بس پا رہی تھی۔ پھر بھی وہ ناامید نہیں تھی۔ اس نے زندگی میں بڑی بڑی خطرناک مہمیں دیکھی تھیں۔ ماریا نے کہا۔

"ایسا نہ کہو خولہ بہن! مجھے کوشش کر لینے دو۔ تم حوصلہ رکھو۔ خدا نے چاہا تو ہم اس جگہ سے بہت جلد فرار ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

ماریا کونے میں رکھے مصری ممی کے بُت کو غور سے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے خولہ سے کہا۔

"تم دیوار کی طرف بڑھو۔"

خولہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر دیوار کی طرف آئی جونہی وہ دیوار کے قریب پہنچی۔ ممی کے بُت کے منہ سے ایک چیخ کی آواز نکلی اور اس کے ہاتھ کا نیزہ زور سے دیوار کے ساتھ آ کر ٹکرایا۔ اگر خولہ جلدی سے پیچھے نہ ہٹتی تو نیزہ اس کے سینے میں گھُب گیا ہوتا۔ خولہ چبوترے پر جا کر بیٹھ گئی خوف کے مارے اس کا سانس تیز تیز چل رہا تھا۔ ماریا نے

اسے حوصلہ دیا اور دل میں خدا کا شکر بھی ادا کیا کہ وہ بچ گئی ورنہ اس کی غلطی سے خولہ ہلاک ہونے لگی تھی۔

لیکن ممی کے بُت کے حرکت کرنے کی خبر کاہن کو ہو گئی تھی۔ ایک دم سے دیوار شق ہوئی اور کاہن کا ہیولا سامنے آ گیا۔ اس کی سرخ آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

"بدبخت عورت! تم نے اگر دوبارہ یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی تو اس ممی کا نیزہ تمہارے سینے میں اُتر جائے گا۔"

اس کے بعد کاہن کا ہیولا غائب ہو گیا اور دیوار اپنی جگہ پر آ گئی۔ خولہ نے کہا۔

"ماریا! کیا تم یہاں ہو؟"

"ہاں۔" ماریا نے کہا۔ "میں تمہارے پاس ہی ہوں۔"

خولہ کہنے لگی۔

"اس نے تمہیں نہیں دیکھا۔ لیکن اب تمہیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ میرا یہاں سے نکلنا کتنا مشکل ہے۔ پیاری بہن! میرے لیے تم اپنی جان مصیبت میں نہ ڈالو۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

ماریا نے کہا۔

"ایسا میں نے کبھی نہیں کیا۔ میں تھوڑی دیر میں آتی ہوں۔"

یہ کہہ کر ماریا دیوار میں سے گزر کر کوٹھڑی کے باہر آ گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سامنے وہ سیڑھیاں تھیں۔ جہاں سے اُتر کر کاہن نیچے آیا تھا۔ ماریا سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گئی تو وہاں بائیں طرف ایک غار دکھائی دیا۔ ماریا دیوار کے ساتھ لگ کر غار میں چلی گئی۔ آگے ایک تہہ خانہ بنا تھا۔ لکڑی کا ایک تابوت پڑا تھا۔ کاہن تابوت کے سرہانے دوزانو ہو کر بیٹھا منہ ہی منہ میں کوئی منتر پڑھ رہا تھا۔ ماریا ایک طرف کھڑی اسے غور سے تکنے لگی۔ منتر پڑھنے کے بعد کاہن اُٹھا۔ اس نے تابوت کا ڈھکنا اٹھایا۔ اس کے اندر جا کر مردے کی طرح لیٹ گیا اور تابوت کا ڈھکنا اوپر گرا لیا۔ ماریا نے دیکھا، تابوت کے اوپر کالی بلی کا سر بنا ہوا تھا۔ کالی بلی فرعون کی ملکہ کی خاص نشانی ہوا کرتی تھی اور کاہن اس پر جادو کے طلسم بنایا کرتے تھے۔ یہ بھی طلسمی بلی لگتی تھی۔ ماریا واپس آ گئی۔ ابھی وہ کسی چیز کو چھیڑنا نہیں چاہتی تھی۔ کیونکہ وہ اس قبر کے اندر کسی بھول بھلیوں میں جادو کے ذریعے قید ہو گئی تھی۔ اور باہر نہیں نکل سکتی تھی۔ وہ سب سے پہلے باہر نکلنے کی کوئی تدبیر کرنا چاہتی تھی۔ اس جادو کا توڑ دریافت کرنا چاہتی تھی۔ وہ ایک بار پھر قبر کے بند طاق کے پاس آئی۔ اس نے جونہی طاق کی طرف قدم بڑھایا۔ ایک زبردست جھٹکا اسے لگا۔ اور وہ بگولے کی طرح چکر کھانے لگی۔ چکر کھاتے کھاتے وہ اوندھے منہ زمین پر گر پڑی۔ وہ نڈھال ہو گئی

تھی۔ آخر ہمت کر کے اُٹھی اور کوٹھڑی کے باہر آ کر سیڑھیوں کے نیچے خاموش ہو کر بیٹھ گئی اور ناگ عنبر کے بارے میں سوچنے لگی کہ شاید وہ اس قبرستان کی طرف آ نکلیں اور اس کی خوشبو پا کر اس کے پاس آنے کی کوشش کریں۔ ماریا کو اپنے اوپر افسوس ہونے لگا کہ وہ کیوں قبرستان کی طرف نکل آئی۔ نہ اِدھر آتی اور نہ اس نئی مصیبت میں پھنستی۔

جہاں وہ بیٹھی تھی۔ وہاں اندھیرا تھا۔ مگر وہ اندھیرے میں سامنے والی پتھریلی دیوار دیکھ رہی تھی جس کی دوسری طرف بے چاری عرب مسلمان لڑکی خولہ قید تھی۔ جسے ظالم کاہن نے اپنی دلہن بنا رکھا تھا۔ اور تیس دنوں کے بعد اسے ہلاک کر کے اس کا دل کھا جانے والا تھا۔ تاکہ وہ ایک غیر فانی فرعون بن کر دنیا کے سامنے آئے اور ساری دنیا کا بادشاہ بن کر حکومت کرے۔ جب ماریا بیٹھی بیٹھی تھک گئی تو اُٹھ کر دیوار میں سے گزری اور خولہ کے پاس آ گئی۔ خولہ چبوترے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے کچھ خبر نہ ہوئی کہ ماریا اس کے پاس کھڑی ہے۔ جب ماریا نے اسے آواز دی تو خولہ نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"کوئی راستہ ملا ماریا بہن؟"

"نہیں خولہ۔" ماریا نے کہا۔ "مگر کوئی نہ کوئی فرار کا راستہ ضرور مل جائے گا۔ مجھے یقین ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خولہ نے خاموش ہو کر سر جھکا لیا۔ پھر وہ ایک سسکی بھر کر بولی:

"میرے باپ کا کیا حال ہوگا میرے بغیر!"

"گھبراؤ نہیں خولہ۔ خدا پر بھروسہ رکھو۔ اور پھر میں بھی تو تمہارے ساتھ ہی یہاں قید ہوں۔"

خولہ بولی:

"ماریا بہن! تمہیں کا ہن کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن مجھے تیس دنوں کے بعد وہ ہلاک کر دے گا اور تم بھی مجھے نہ بچا سکو گی۔"

ماریا نے کہا:

"ابھی بہت دن پڑے ہیں۔ اس سے پہلے پہلے ہم دونوں اس خونی قبر سے باہر ہوں گی۔"

کہنے کو تو ماریا نے یہ بات کہہ دی تھی لیکن حقیقت میں اسے بھی پوری طرح یقین نہیں تھا کہ وہ کب اور کیسے وہاں سے نکل سکے گی؟

ادھر علی بابا کی حویلی کے اندر خزانے کے اوپر بیٹھے بیٹھے ناگ کی زندگی پوری طرح دوبارا واپس آ گئی اور جادو کا اثر اس پر سے پوری طرح ختم ہو گیا۔ وہ اب سونے کا سانپ نہیں رہا تھا۔ اس نے اندھیرے میں اس پاس غور سے دیکھا۔

اب وہ ہر شے کو اچھی طرح دیکھ سکتا تھا اور پوری طرح سوچ سکتا تھا۔ اسے یہ تو پہلے ہی سے علم ہو گیا تھا کہ وہ علی بابا کی حویلی میں آ گیا ہے۔ علی بابا کے چالیس چور اسے پادری کے گھر سے چرا کر اپنے غار میں لے گئے تھے۔ جہاں سے علی بابا اسے خزانے کے ساتھ اٹھا کر اپنی حویلی میں لے آیا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہاں رہتے ہوئے کتنے دن گزر گئے ہیں۔

ناگ نے خدا کا شکر ادا کیا تھا کہ اسے پھر سے نئی زندگی مل رہی تھی۔ وہ دل ہی دل میں ڈاکوؤں کے سردار کا شکر گزار تھا۔ کہ جس کی وجہ سے وہ پادری کے گھر سے نکل کر مکہ نفرتی کے اہرام میں گیا اور وہاں اس کے تابوت پہ جلتے چراغ کی روشنی اس پہ پڑی اور اس کے اندر نئی زندگی کا عمل شروع ہوا۔ اسے یاد آیا کہ یروشلم میں ماریا نے اسے بادشاہ کے محل کے ایک طاق میں بٹھایا تھا کہ شاہی جادوگر نے اس پہ طلسم پھونک دیا اور وہ سونے کا سانپ بن گیا۔ ماریا یقیناً یروشلم سے نکل آئی ہو گی۔ اور ہو سکتا ہے کہ عنبر نے بھی وہاں پہنچ کر ماریا ناگ کو نہ پایا تو وہاں سے نکل پڑا ہو۔ ناگ نے گہرا سانس لیا انسانی شکل میں آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ کوٹھڑی کا دروازہ بند تھا۔ اندر اندھیرا تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ ناگ نے دوبارہ سانپ کی شکل بدلی اور دروازے کے سوراخ میں سے باہر نکل آیا۔ علی بابا کی حویلی میں سب لوگ سو رہے تھے۔ نوکر اور کنیزیں بھی دن بھر کے کام کاج کے بعد میٹھی نیند سو رہے تھے۔ ناگ رینگتا ہوا حویلی کے پیچھے نکل آیا۔ یہاں اس نے ایک کنیز کو گودام میں سے نکل کر ایک طرف جاتے دیکھا۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہ الف لیلا والی علی بابا کی کنیز مرجینا ہے اور ضرور چالیس چوروں کے کپڑوں میں کھولتا ہوا تیل ڈال کر آئی ہو گی۔ ناگ جلدی سے گودام کے اندر چلا گیا۔ اندر دیوار کے ساتھ ساتھ چالیس بڑے بڑے کپڑے پڑے تھے۔

ناگ نے باری باری تمام کپڑوں میں جھانک کر دیکھا۔ ہر ایک کپڑے میں ایک ایک ڈاکو کی جلی ہوئی لاش پڑی تھی۔ مرجینا نے اوپر سے کھولتا ہوا تیل ڈال کر ان سب چالیس کے چالیس چوروں کو ہلاک کر دیا تھا۔ ناگ جانتا تھا کہ کہانی کے مطابق ان چوروں کا یہی انجام ہونا تھا۔ وہ حویلی کے دوسرے کمروں کی طرف آ گیا۔ اسے ایک کمرے سے گانے اور ناچنے کی آواز آئی۔

اندر گیا تو دیکھا کہ تالیوں پر محفل لگی ہے۔

علی بابا اور ڈاکوؤں کا سردار گاؤ تکیے لگائے بیٹھے ہیں۔ سامنے چھل طرح طرح کے پرندوں کا بھنا ہوا گوشت، مٹھائیاں اور خشک میووں کے بھرے ہوئے طشت پڑے ہیں اور مرجینا رقص کر رہی تھی۔

ڈاکوؤں کا سردار بڑا خوش تھا۔ کیوں کہ ابھی تھوڑی دیر میں وہ سیٹی بجا کر اپنے ساتھی ڈاکوؤں کو بلانے والا تھا۔ اسے کیا خبر تھی کہ اس کے سارے ساتھی اپنے کپڑوں یا مشکوں کے اندر ہی ہلاک ہو چکے ہیں اور وہ اب دنیا میں تنہا رہ گیا ہے۔ مرجینا ڈاکوؤں کے سردار کو پہچان گئی تھی۔ علی بابا کو کچھ علم نہیں تھا۔ وہ تو ڈاکوؤں کے سردار کو سوداگر ہی سمجھ رہا تھا جو زیتون کا تیل فروخت کرنے بغداد

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھل جا سم سم کا غار

مرجینا خنجر لہراتی دو تین بار ڈاکوؤں کے سردار کے پاس آئی۔

علی بابا ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ مگر ڈاکوؤں کا سردار ایک بہادر آدمی تھا۔ وہ اپنی جگہ پر بیٹھا مسکراتا رہا۔ اس کے وہم گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ ابھی اس کی لاش وہاں پڑی تڑپ رہی ہو گی۔ ناگ سانپ کی شکل میں ایک جگہ دیوار کے پردے کے ساتھ چپٹا یہ خونی کھیل دیکھ رہا تھا۔ وہ سردار کو بچانا چاہتا تھا مگر نہیں بچا سکتا تھا۔ کیونکہ تاریخی کہانی میں ڈاکوؤں کا سردار مر چکا تھا۔ اور جو شخص مر گیا تھا۔ اسے ناگ زندہ نہیں کر سکتا تھا۔ مرجینا ناچتے ناچتے ایک بار اچانک ڈاکوؤں کے سردار کے قریب گئی اور پھر جھپٹ کر اس نے خنجر سردار کے سینے میں گھونپ دیا۔ سردار ایک دم سے اٹھا اور پھر لڑکھڑا گیا۔ سمجھ گیا کہ اس کے خلاف سازش ہوئی ہے۔ مرتے مرتے اس نے سیٹی بجائی مگر اس کی

آواز تھا اور رات کی رات علی بابا کی حویلی میں ٹھہر گیا تھا۔ ناچتے ناچتے مرجینا نے خنجر نکال لیا۔ علی بابا کچھ گھبرایا کہ مرجینا نے جلا چمکیلا خنجر کیوں نکال لیا ہے۔ اس بے چارے کو کیا خبر تھی کہ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے اس کی جان کے دشمن کو ہلاک کرنے کی تیاریاں کر رہی ہے۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سیٹی کی آواز وہاں کون سنتا۔ اس کے ساتھی تو مٹکوں میں مرے پڑے تھے۔ علی بابا نے مرجینا کو بڑا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ اس نے اس کے مہمان کو ہلاک کر ڈالا۔

مرجینا نے کہا:

"میرے آقا! یہ مہمان نہیں بلکہ ڈاکوؤں کا سردار ہے میرے ساتھ آیئے میں آپ کو اس کے دوسرے چالیس چور دکھاتی ہوں جو مٹکوں میں مرے پڑے ہیں۔"

مرجینا نے علی بابا کو جا کر سارے مٹکے دکھائے۔ ان میں ڈاکوؤں کی لاشیں پڑی تھیں۔ علی بابا نے مرجینا کا شکریہ ادا کیا اور کہا:

"اب ان لاشوں کا کیا کریں؟ انہیں کہاں دفن کریں کہیں سارا بھانڈہ نہ پھوٹ جائے۔"

مرجینا نے کہا:

"میں اس کا بھی انتظام کیے دیتی ہوں۔"

اس نے سارے نوکروں کو جگایا اور چالیس مٹکے چھکڑے پر لدوا کر انہیں بند کر کے دریائے دجلہ میں راتوں رات پھنکوا دیا۔ ناگ مرجینا کی عقل مندی پر بڑا خوش ہوا کہ اگر وہ جاسوسی نہ کرتی تو ڈاکوؤں نے قاسم کی طرح علی بابا کو بھی ہلاک کر دیا ہوتا۔

الف لیلےٰ میں اتنا ہی لکھا ہے کہ ڈاکوؤں کے مرنے کے بعد علی بابا چین سے زندگی بسر کرنے لگا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا۔ وہ الف لیلےٰ میں نہیں لکھا لیکن ہم آپ کو ناگ کی گواہی کے ساتھ بیان کرتے ہیں

علی بابا بڑا خوش تھا کہ مرجینا نے اسے ڈاکوؤں سے بچا لیا۔ لیکن اس کی موت بھی قریب آ چکی تھی۔ ڈاکوؤں کی موت کی خبر کسی نہ کسی طرح اس کے ایک دوست خاقان ڈاکو تک پہنچ گئی۔ کسی جاسوس نے جا کر اسے ساری بات بتا دی کہ اسے علی بابا نے دھوکے سے مروا دیا ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ خاقان ڈاکو اپنے پیارے دوست اور اس کے ساتھیوں کی موت کا بدلہ لینے ملک بابل سے چل کر بغداد آن پہنچا۔ وہ سیدھا پہاڑیوں میں کھل جا سم سم غار میں گیا۔ مگر وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ سارے کا سارا خزانہ ڈاکوؤں کی بعد موت کے بعد علی بابا لوٹ کر لے گیا تھا۔ آدھی دولت مرجینا نے لے لی تھی اور ایک الگ محل بنا کر شان سے رہتی تھی۔ خاقان ڈاکو سب سے پہلے مرجینا کے محل میں آیا۔ اس نے ایک درویش بزرگ کا بھیس بدل رکھا تھا۔ بڑی لمبی تسبیح ہاتھ میں تھی اور نقلی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سفید ڈاڑھی لگا کر لمبا چغہ پہن رکھا تھا۔ اس نے محل کے باہر آ کر غلاموں سے کہا کہ اپنی مالکہ کو جا کر خبر کرو کہ ملک شام سے ایک بڑا پہنچا ہوا بزرگ اس سے ملنے آیا ہے۔ مرجینا نے اسی وقت بزرگ کو اپنے خاص کمرے میں بلوا لیا۔ ڈاکو نے لمبے کرتے کے نیچے بڑا تیز خنجر چھپا رکھا تھا۔

مرجینا نے بزرگ کو جو اصل میں ڈاکو تھا ادب سے اٹھ کر سلام کیا۔

بزرگ نے کہا،

"میرے پاس آ کر میری دعا لو بچی"

جونہی مرجینا بزرگ کے پاس آئی اس نے ایسا خنجر مرجینا کے سینے میں اتارا کہ اس کی چیخ بھی نہ نکل سکی۔

دوسرے روز اس نے علی بابا کے قتل کا رخ کیا۔

خاقان ایک بزرگ کی شکل میں علی بابا کی حویلی میں داخل ہوا۔ اس نے علی بابا کے آگے جھک کر سلام کیا اور کہا۔

"اے بیٹا علی بابا! میں ملک خراسان کے پہاڑوں سے تجھے دعائے خیر دینے آیا ہوں۔"

علی بابا نے بڑی محبت سے بزرگ ڈاکو کو اپنے کمرۂ خاص میں لے جا کر بٹھایا اور کنیزوں سے کہا کہ بابا کے لیے شربت لائیں۔ اتفاق سے ناگ نے بزرگ ڈاکو کو علی بابا کے کمرۂ خاص میں جاتے دیکھ لیا تھا۔ اسے اس بزرگ پر کچھ شک سا پڑ گیا۔ وہ سانپ کی شکل میں علی بابا کی حویلی کی چھت والی بارہ دری پر رات بسر کرنے کے بعد نیچے اتر رہا تھا۔ ناگ نے ایک سفید مکھی سی چڑیا کی شکل بدلی اور علی بابا کے کمرۂ خاص میں پہنچ گیا۔

اندر جا کر کیا دیکھتا ہے کہ علی بابا تکیہ لگائے مسند پر بیٹھا ہے اور اس کے ساتھ ہی بزرگ ڈاکو بھی تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور بار بار پہلو بدل رہا ہے اور باہر کو دیکھ لیتا ہے۔ کیونکہ حویلی کے باہر اس کے چھ ڈاکو ساتھی چھپے ہوئے تھے اور اس بات کے انتظار میں تھے کہ سردار کی سیٹی کی آواز سنائی دے اور وہ علی بابا کی حویلی کو آگ لگا دیں۔ علی بابا کے غلام حویلی کے چاروں طرف پہرہ دے رہے تھے۔ مگر ڈاکوؤں نے سکیم یہ تیار کی تھی کہ وہ ایک دم سے حملہ کر کے غلاموں کو قتل کر کے حویلی کے اندر جاتے ہی آگ لگا دیں گے۔

ناگ کمرے کے فانوس کے اوپر جا کر بیٹھ گیا۔ سفید قیمتی فانوس میں موم بتیاں لگی ہوئی تھیں۔ کسی نے اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی طرف دھیان نہ دیا۔ ناگ کی نگاہیں بزرگ ڈاکو کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ علی بابا بزرگ ڈاکو کے آگے پھل اور خشک میوے رکھ رہا تھا اور بار بار کہہ رہا تھا۔

"جناب یہ بھی کھا کر دیکھیں۔ یہ کھجوریں میں نے دمشق سے منگوائی ہیں۔"

بزرگ ڈاکو تو موقع کی تلاش میں تھا۔ ناگ نے فانوس کے اوپر سے دیکھا کہ بزرگ ڈاکو نے علی بابا سے باتیں کرتے ہوئے اپنی کمر کے پیچھے ہاتھ ڈالا۔ یہاں اس نے زہر بھرا خنجر چھپا رکھا تھا۔ ناگ علی بابا کا یہ انجام نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اگرچہ علی بابا کے پاس ناجائز دولت تھی۔ مگر وہ خیرات بھی بہت کرتا تھا۔ ناگ پھُر سے اُڑ کر نیچے آیا اور پردے کے پیچھے جا کر اس نے فوراً سانپ کی شکل اختیار کی اور پردے کے پیچھے سے رینگ کر نکل ہی رہا تھا کہ اسے علی بابا کی چیخ کی آواز سنائی دی۔ وہ تیزی سے باہر آیا۔ علی بابا کے سینے میں بزرگ ڈاکو خاقان کا خنجر دھنسا ہوا تھا اور وہ خون میں لت پت تڑپ رہا تھا۔ ڈاکو خاقان نے سیٹی بجائی۔ اس کے ساتھی ڈاکو آگے بڑھے اور انہوں نے حبشی غلاموں کو ایک ایک وار میں قتل کر کے حویلی کو آگ لگا دی۔ ڈاکو خاقان

ناگ لگا کر کھڑکی سے نیچے کود گیا۔ نیچے اس کے ساتھی اس کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ گھوڑے دوڑاتے ہوئے وہاں سے غائب ہو گئے۔

یہ سارا کام اتنی تیزی سے ہو گیا کہ ناگ علی بابا کو نہ بچا سکا۔ شاید علی بابا کی موت اسی طرح لکھی تھی۔ قدرت کا یہی منظور تھا۔ علی بابا تو اپنی لکھی ہوئی موت مر گیا۔ مگر ناگ اس ڈاکو خاقان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا جس نے علی بابا کو قتل کر کے اس کی حویلی کو آگ لگا دی تھی۔

ناگ کو معلوم تھا کہ یہ ڈاکو بھی اسی کھل جا سم سم کی تلاش میں گئے ہوں گے۔ کیونکہ یہ ڈاکو چالیس چوروں کے گروہ کا دوست تھا اور اسی کا بدلہ لینے بغداد میں آیا تھا۔ ناگ نے ایک گھوڑا لیا اور اس پر بیٹھ کر ان پہاڑیوں کی طرف روانہ ہو گیا۔ جن کے اندر ڈاکوؤں کا غار تھا۔ کالی رات آسمان پر رات ہی سے چھائی ہوئی تھی۔ ناگ جب پہاڑیوں میں پہنچا تو بارش شروع ہو گئی۔ وہ کھل جا سم سم کے سامنے ایک کھوہ کے اندر چھپ کر بیٹھ گیا۔ گھوڑا اس نے پہاڑیوں میں ہی چھوڑ دیا تھا۔ غار کا دروازہ بند ہونے کا مطلب یہ تھا کہ ابھی خاقان ڈاکو یہاں پہنچا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں تھا۔ یا اگر پہنچ گیا تھا تو وہ غار کے اندر تھا۔
وہ غار کے قریب ہی پہنچا تھا کہ پیچھے سے گھوڑوں
ٹاپوں کی آواز آئی اور خاقان ڈاکو کے ساتھیوں نے
ناگ کو گھیر لیا۔ وہ تلواریں لہرا رہے تھے۔ اتنے میں
خاقان ڈاکو بھی وہاں آ گیا۔ اس نے ناگ کو دیکھا تو پوچھا۔

"کون ہو تم؟"

ناگ نے کہا۔

"مسافر ہوں۔ بارش میں یہاں دم لینے کو رُکا تھا۔ اب
بارش بند ہو گئی ہے اپنے سفر پر جانے لگا تھا کہ ان
لوگوں نے پکڑ لیا۔"

خاقان ڈاکو کی آنکھیں سرخ تھیں اور مونچھیں خوفناک
اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے یہ علی بابا کا ساتھی ہے اور ہماری جاسوسی
کرنے یہاں آیا ہے۔"

سب نے نعرہ لگا کر کہا۔

"سردار! تم نے بالکل ٹھیک کہا۔"

اس کے ساتھ ہی ڈاکو تلواریں لہراتے ناگ کی طرف
بڑھے۔ سردار خاقان نے تلوار اٹھا کر کہا۔

"نہیں — ہم اسے غار کے اندر لے جا کر اسی طرح

ہلاک کریں گے جس طرح میرے دوست نے علی بابا کے
بھائی قاسم کو ہلاک کیا تھا۔ ہم اس کی لاش غار میں لٹکا کر
چلے جائیں گے۔" ڈاکو ناگ کو پکڑ کر غار کے اندر لے گئے۔
غار کے اندر آتے ہی ڈاکو ناگ کے گرد گھیرا ڈال کر کھڑے
ہو گئے اور سردار خاقان کی طرف دیکھنے لگے کہ وہ کس کو حکم
دیتا ہے کہ ناگ کا سر اڑا دے۔ خاقان نے تلوار کھینچ کر کہا۔

"یہ میرے دوست کے دشمن کا جاسوس ہے۔ میں خود اسے
ختم کروں گا۔"

اب ناگ نے کہا۔

"اس لیے خاقان ڈاکو! میں جانتا ہوں کہ تُو اس ڈاکو
کا دوست ہے جس کو علی بابا کی کنیز نے قتل کیا تھا اور
میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تو نے ہی علی بابا کو ہلاک کر کے
اس کی حویلی کو آگ لگائی ہے۔ کیونکہ میں اس وقت علی
بابا کی حویلی میں موجود تھا۔ جب تُو نے اس کے سینے
میں خنجر مارا تھا۔ میں اسے بچا نہ سکا۔ شاید اس لیے کہ
علی بابا کی موت اسی طرح لکھی تھی۔ لیکن اب میں یہاں
تیری جاسوسی کرنے نہیں آیا تھا۔"

خاقان سردار نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"پھر تُو ادھر کیا کرنے آیا تھا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ نے کہا۔

"میں تم سے علی بابا کے قتل کا بدلہ لینے آیا ہوں۔"

وہاں اک سناٹا چھا گیا۔ خاقان ڈاکو کا مارے غصے کے
رنگ سُرخ ہو گیا۔ اس کے ساتھی ڈاکو بھی طیش میں کانپنے لگے
ایک ڈاکو نے چیخ کر کہا۔

"خاقان اس گستاخ گیدڑ کو میں قتل کرنے لگا ہوں۔"

اور وہ تلوار لے کر بڑھا ہی تھا کہ خاقان نے کہا۔

"نہیں — یہ میرا شکار ہے۔ یہ مجھے قتل کرنے آیا ہے
اس لیے اسے میں خود اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔"

ناگ نے بڑے سکون کے ساتھ کہا۔

"خاقان! میں دیکھ رہا ہوں کہ موت اپنے سیاہ
پھیلائے تمہارے اوپر منڈلا رہی ہے۔ تمہارا آخری وقت
آ گیا ہے اور تمہاری موت میرے ہاتھوں لکھی ہے۔"

اب خاقان ڈاکو سے برداشت نہ ہو سکا۔ اس نے
ایک نعرہ لگایا اور تلوار لہرا کر ناگ کی گردن پر مار
ہی تھی کہ ناگ غائب ہو گیا۔ وہ چڑیا بن کر اڑا اور
غار کی چھت کے ایک سوراخ میں چھٹ گیا۔

خاقان سردار اور دوسرے ڈاکو آنکھیں پھاڑ پھاڑ
ایک دوسرے کو تکنے لگے کہ ان کا شکار کیسے گم ہو

گیا؟ اس عرصے میں ناگ سانپ بن کر دیوار پر
گیا۔ غار میں اتنی روشنی نہیں تھی۔ ناگ کالے سانپ کی شکل
تھا اور وہ انتقام لینے کے لیے خاقان سردار کی طرف
رہا تھا۔

ناگ پتھروں میں زمین پر آ گیا اور رینگتا رینگتا اس جگہ
جہاں خاقان سردار کا ایک ساتھی کھڑا اس سے ناگ
بارے میں باتیں کر رہا تھا کہ یہ ضرور کوئی جادو گر ہوگا۔
نے اس کی ٹانگ پر ڈس دیا اور خود اندھیرے میں غائب
گیا۔ ڈاکو کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔ وہ پنڈلی پکڑ کر
ہی تھا کہ ناگ کے زہر نے اسے نیچے گرا دیا۔ وہ
گرا کہ پھر نہ اٹھ سکا۔ خاقان نے دیکھا کہ اس کے منہ
جھاگ نکل رہی تھی۔ اتنے میں دو اور ڈاکوؤں
چیخیں ماریں اور وہ بھی دھڑام سے زمین پر گر پڑے
مر گئے۔

خاقان ڈاکو گھبرا کر غار کے ایک بڑے پتھر کے
پڑھ گیا۔ وہ تلوار نکالے آنکھیں پھاڑ کر تکنے لگا۔
نے حکم دیا کہ مشعل روشن کر دو۔ اسی وقت
مشعلیں روشن کر دی گئیں۔ غار میں روشنی ہو گئی —
ڈاکو دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا تھا۔ ناگ نے اب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسے اپنا شکار بنایا۔ وہ بھی اس کا زہر اپنے جسم میں
کر دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔ اب وہاں صرف دو ڈاکو
اور ایک سردار خاقان رہ گیا۔ دو ڈاکو ڈر کر بھاگ گ
خاقان نے پیچھے سے تیر مار کر انہیں غار کے دروا
پر ہی گرا لیا۔ ناگ اسے وہی سزا دینا چاہتا تھا جو ا
نے ناگ کے لیے تجویز کی تھی۔

اس نے پتھروں کے پیچھے بیٹھے بیٹھے ایک لمبا سا
چھوٹا اور پہاڑیوں میں رہنے والے تمام سانپوں کو آ
دی۔ ناگ کی آواز پر ارد گرد پہاڑیوں میں جتنے سانپ
رہتے تھے۔ وہ سب کے سب پھنکاریں مارتے پھن
اٹھائے کھل جا سم سم غار کے اندر نکل آئے اور
ناگ کے سامنے آ کر جھک گئے۔ خاقان ڈاکو نے جب
غار میں سانپوں کا ہجوم دیکھا تو گھبرا گیا۔ وہ جس چ
پر کھڑا تھا اس پر کوئی سانپ ابھی تک نہیں آیا
اس نے تلوار ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی اور تیار تھا کہ
کوئی سانپ اس کی طرف بڑھا اور اسے کاٹ کر
دے گا۔ لیکن اتنے سانپوں کے سامنے وہ اپنے آپ
بے بس بھی محسوس کر رہا تھا۔

ناگ کو اس بات کا احساس تھا کہ خاقان ڈاکو کے

تلوار ہے اور وہ چھ سات سانپوں کو ہلاک کر سکتا ہے۔
خطرے سے بچنے کے لیے ناگ نے ایک ترکیب سوچی
گہرا سانس لے کر سانپ سے ایک دم بہت بڑے
مست ہاتھی کی شکل اختیار کر لی اور اس سے پہلے
خاقان ڈاکو سنبھل سکے پیچھے سے اس کے تلوار والے
کو اپنی سونڈ میں لے کر اتنے زور سے جھٹکا دیا،
تلوار خاقان ڈاکو کے ہاتھ سے دور جا گری۔

خاقان ڈاکو خوف سے پیلا ہو گیا کہ یہ ہاتھی غار کے
کہاں سے آ گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کا مقابلہ ایک
دست جادو گر سے ہے اور اب اس کی خیر نہیں
تلوار کے گرتے ہی وہ باہر کو بھاگا۔ مگر ناگ بھی
نہیں تھا۔ اس نے سانپ کی شکل بدلی اور اپنے سانپوں
حکم دیا کہ ڈاکو کی ٹانگوں کو جکڑ لیا جائے۔ چھ سانپ
خان کی طرف لپکے اور دیکھتے دیکھتے اس کی ٹانگوں
جکڑ لیا۔

اب ناگ انسانی شکل میں آ گیا تھا۔ اس نے غار
پڑی ہوئی رسی اٹھائی اور خاقان ڈاکو کی ٹانگوں
اس کے ساتھ باندھ دیا۔ ناگ نے سانپوں کو حکم دیا کہ
واپس چلے جائیں۔ سانپ جدھر سے آئے تھے ادھر کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چلے گئے۔ خاقان ڈاکو رسی میں جکڑا زمین پر پڑا تھا۔
ناگ نے کہا۔

"اب بتاؤ۔ تم تو مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔"

خاقان ڈاکو نے بڑی بہادری سے جواب دیا۔

"تم جادو گر ہو۔ میں جادو گر نہیں ہوں۔ اگر تم اس
ہوتے اور میں آزاد ہوتا تو تمہاری گردن اڑا دیتا۔"

ناگ نے کہا۔

"میں تمہارے بہادرانہ جواب سے خوش ہوا ہوں۔ تم سچ
سچ ایک بہادر انسان ہو اور میں نے تمہیں معاف کیا۔"

اس کے ساتھ ہی ناگ نے خاقان کی ٹانگوں سے
بندھی ہوئی رسی کھول دی اور اس کے ساتھ ہی ہاتھ
ملا کر کہا۔

"آج سے ہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔"

خاقان ڈاکو نے ناگ کے ساتھ گرم جوشی کے ساتھ
ہاتھ ملایا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے بھی میرے ساتھ ایک بہادر آدمی کا سلوک
کیا ہے۔ میں تمہارا یہ سلوک ساری زندگی یاد رکھوں گا
تم نے میری دشمنی بھی دیکھ لی ہے۔ اب خدا نے چاہا تو
میں تمہاری دوستی میں بھی پورا اتروں گا۔"

ناگ نے کہا۔

"تمہارے سارے ساتھی ہلاک ہو چکے ہیں۔ اب تمہارا کیا
ارادہ ہے؟"

خاقان ڈاکو بولا۔

"آج سے میں نے ڈاکے مارنے سے توبہ کر لی ہے
اب میں ایک نیک آدمی بن کر زندگی بسر کروں گا۔ دمشق
میں جا کر تجارت کروں گا۔ اور شادی کر کے نیک زندگی
گزاروں گا۔ لیکن مجھے ایک بات بتاؤ۔ یہ اتنا زبردست جادو
تم نے کہاں سے سیکھا ہے۔"

ناگ مسکرایا۔ خاقان نے پھر پوچھا۔

"کیا تم یہ سب کچھ جادو کے زور سے کرتے ہو۔"

ناگ بولا۔

"تم یہی سمجھ لو کہ میرے پاس تھوڑا سا جادو ہے جس کی
مدد سے میں شکل بدل لیتا ہوں اور سانپوں کو بلا لیتا
ہوں۔ بس۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں ہوں۔"

خاقان ڈاکو نے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ میں اسے مان لیتا ہوں۔ لیکن کیا تم
میرے ساتھ دمشق نہیں چلو گے۔ وہ میرا وطن ہے۔
وہاں میری ایک پرانی حویلی ہے۔ تم میرے ساتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہنا۔ تمہاری یہ جادو گری میرے بھی کام آ سکتی ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"مگر کہیں تمہیں زمین کے اندر سے کوئی خزانہ نکال کر نہیں دے سکتا۔"

خاقان نے کہا۔

"مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں ہے دوست۔"

ناگ سوچ میں پڑ گیا کہ کیا وہ خاقان کے ساتھ دمشق چلا جائے۔ کیوں کہ بغداد میں تو اسے ابھی تک نہ ماریا ہی ملی تھی اور نہ خنجر ملا تھا۔ آخر اس نے دمشق جانے کا فیصلہ کر لیا اور خاقان ڈاکو سے کہا۔

"بہت اچھا دوست — میں کچھ روز تمہارے ساتھ دمشق میں چل کر رہنے کو تیار ہوں۔"

جب ناگ اور خاقان ڈاکو غار سے باہر نکلے تو دن ڈوب رہا تھا اور پہاڑیوں کے سائے لمبے ہونے لگے تھے۔ دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور دمشق کی طرف روانہ ہو گئے۔ ناگ نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ ماریا اس کی تلاش میں ادھر آ نکلے۔ اس کے

لیے کوئی نشانی، کوئی پیغام یہاں کسی جگہ چھوڑ دینا چاہیے تاکہ اسے پتا چل جائے کہ میں دمشق کی طرف گیا ہوں۔

سوال یہ تھا کہ ماریا کے نام پیغام کہاں پر چھوڑا جائے۔ اس وقت ناگ اور خاقان ڈاکو دریائے دجلہ پار کر کے ایک کچے راستے پر سے گزر رہے تھے۔ کہ ناگ نے ایک طرف کھجوروں کے جھنڈ اور دیوار دیکھی کیوں نہ وہ اس دیوار پر ماریا کے نام پیغام لکھ دے۔ یہ سوچ کر ناگ نے خاقان سے کہا۔

"دوست! تم یہاں ٹھہرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

اس سے پہلے کہ خاقان ڈاکو اس سے پوچھے کہ وہ کیا کرنے جا رہا ہے۔ ناگ گھوڑا دوڑا کر کھجوروں کے جھنڈ میں آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ دیوار کے اندر ایک پرانا قبرستان ہے۔ یہ وہی قبرستان تھا۔ جس کے نیچے ایک قبر کی پُر اسرار بھول بھلیوں میں اس وقت ماریا قید تھی۔ اور اس کے ساتھ خولہ نام کی عرب مسلمان لڑکی بھی تھی۔ جس کے ساتھ جادو گر کاہن نے شادی کر لی تھی۔ کاہن جو اصل میں مر چکا تھا مگر خولہ سے شادی کے دو مہینے بعد اس کا دل کہا کہ ایک طاقتور فرعون بن کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دنیا پر حکومت کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ ناگ نے قبرستان کی دیوار پر پتھر کی نوک سے اپنا نام اور آگے یہ سطر لکھ دی۔

"عنبر بھائی! میں خاقان ڈاکو کے ساتھ دمشق جا رہا ہوں۔"

"ناگ"

اس کے بعد ناگ گھوڑا دوڑاتا قبرستان سے نکل کر اپنے دوست خاقان کے پاس آ گیا۔ اور وہ دونوں دمشق کی طرف روانہ ہو گئے۔ دوسرے روز عنبر قافلے کے ساتھ بغداد پہنچ گیا۔ وہ ایک سرائے میں اترا۔ اس نے دیکھا کہ تباہ و برباد بغداد کی جگہ ایک نیا شہر آباد ہو گیا تھا۔ اور لوگ ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ عنبر نے رات آرام کیا اور صبح اٹھ کر شہر کے بازاروں میں ماریا اور ناگ کی کھوج میں گھومنے لگا۔

کُبڑا جادوگر پُراسرار بلّی

عنبر کو گھومتے پھرتے شام ہو گئی۔ گھروں میں چراغ روشن ہو گئے۔ عنبر کو کہیں بھی ماریا اور ناگ کا کھوج نہ ملا۔ وہ سیر کرتے کرتے دریا کی طرف نکل گیا۔ اس طرف غریب لوگوں کے کچے مکان تھے۔ دریا کی طرف سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔ عنبر ان درختوں کے نیچے جا کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ وہ ماریا اور ناگ کو کہاں تلاش کرے۔ وہاں بیٹھے بیٹھے عنبر کو خبر ہی نہ ہوئی اور رات گہری ہوتی گئی۔ جب وہ اپنے خیالات سے چونکا تو اس نے دیکھا کہ ہر طرف گہری خاموشی چھا گئی ہے۔ غریبوں کی بستی میں بھی سناٹا ہے۔ لوگ گھروں میں چراغ بجھا کر میٹھی نیند کے مزے لے رہے ہیں۔

عنبر اٹھا اور واپس سرائے کی طرف چل پڑا۔ جب وہ بستی میں سے گزرا تو اسے شہر کی جانب سے گھوڑا سواروں کا ایک دستہ اندھیرے میں بستی کی طرف آتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دکھائی دیا۔ سپاہیوں کی تلواریں اندھیرے میں بھی چمک رہی تھیں۔ عنبر سوچنے لگا کہ یہ سپاہی بستی میں کیا کرنے آ رہے ہیں۔ اتنے میں گلی میں ایک مکان کی کھڑکی کھلی اور کسی عورت نے باہر جھانک کر کہا۔

"شاہی فوج آ گئی۔"

اور جلدی سے کھڑکی بند کر دی۔ اس مکان کے باہر ایک گھوڑا بھی اندھیرے میں کھڑا تھا۔ عنبر کے دل میں خیال آیا کہ اندر چل کر معلوم کرنا چاہیے کہ کیا بات ہے ہو سکتا ہے کہ یہ عورت کسی مصیبت میں ہو۔ عنبر دیوار پھاند کر مکان کے صحن میں کود پڑا۔ پھر اس نے دیکھا کہ کوٹھڑی کا دروازہ کھلا اور ایک سیاہ عربی لباس والا آدمی تلوار ہاتھ میں لیے باہر نکلا۔ اس کے پیچھے پیچھے وہی عورت تھی جس نے کھڑکی کھولی تھی۔ وہ اس سے کہہ رہی تھی۔

"بھائی تمہارا اس وقت جانا ٹھیک نہیں۔ یہیں کہیں چھپ جاؤ۔ میں کہہ دوں گی تم آ کر چلے گئے تھے۔"

عربی سیاہ پوش بولا۔

"بہن! اگر میری موت آ گئی ہے تو اسے کوئی نہیں روک سکتا۔"

باہر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں آئیں۔ شاہی فوج کے دستے نے مکان کو گھیرے میں لے لیا تھا۔ پھر سپاہیوں نے دروازے پر لاتیں مارنا شروع کر دیں۔ عنبر نے سمجھا کہ یہ بہن بھائی ہیں۔ بھائی کو شاہی فوج گرفتار کرنے آئے ہیں۔ اس کی مدد کرنی چاہیے۔ عنبر تیزی کے ساتھ اندھیرے سے باہر نکل آیا۔ عربی سیاہ پوش نے تلوار کا وار کر دیا۔ تلوار عنبر کے کندھے پر پڑی مگر اسے کچھ نہ ہوا۔ اس نے تلوار کھینچ کر پرے پھینک دی اور کہا۔

"میں تمہارا دوست ہوں۔ اندر آؤ۔"

وہ عربی سیاہ پوش اور عورت کو لے کر کوٹھڑی میں چلا گیا۔

"میں تمہاری مدد کرنے آیا ہوں۔ تم دونوں کون ہو اور شاہی فوج کے سپاہی تمہیں پکڑنے کیوں آئے ہیں؟"

عربی سیاہ پوش نے کہا۔

"یہ میری بہن ہے۔ میں دمشق سے آیا ہوں اور بادشاہ کے سپاہی مجھے اس لیے پکڑنا چاہتے ہیں کہ میں نے بادشاہ کو اس کے ظلم و ستم سے روکا تھا جو وہ اپنی غریب رعایا پر کرتا ہے۔ میرا نام زید ہے مگر بادشاہ نے میرا نام باغی لٹیرا رکھا ہوا ہے۔ میں اپنی بہن کو کچھ اشرفیاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دینے آیا تھا کہ شاہی فوج کو پتا چل گیا۔ اب وہ مجھے گرفتار کرنے آئے ہیں اور دروازہ توڑ رہے ہیں۔"

دروازہ آدھا ٹوٹ چکا تھا۔ کچھ سپاہی دیوار پھاند کر صحن میں کود پڑے اور کوٹھڑی کے دروازے کو توڑنے لگے۔ عنبر نے کہا۔

"جلدی سے اپنا سیاہ لبادہ مجھے دے دو اور خود اس صندوق کے پیچھے چھپ جاؤ۔"

"مگر ....."

"مگر وگر کچھ نہیں۔ وقت کم ہے۔ جلدی کرو۔"

عنبر نے عربی باغی لٹیرے کا سیاہ لبادہ اتروا کر خود پہن لیا اور اسے صندوق کے پیچھے چھپا دیا۔ پھر جلدی سے دروازہ کھول کر سپاہیوں سے کہا۔

"اے بادشاہ کے سپاہیو! باغی لٹیرا تمہارے سامنے موجود ہے۔ میری بہن کے مکان کے دروازے مت توڑو۔ یہ لو مجھے گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس لے چلو۔"

آج تک کسی نے باغی لٹیرے کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ سب کو یہی معلوم تھا کہ وہ سیاہ لباس پہنے رکھتا ہے۔ اور رات کے اندھیرے میں سفر کرتا ہے۔ سپاہیوں نے اپنے سامنے سیاہ پوش نوجوان کو دیکھا تو اسے باغی لٹیرا سمجھ

کر فوراً پکڑ کر رسیوں سے اس کے ہاتھ باندھ ڈالے اور مکان کے باہر لے آئے۔ عنبر نے باغی لٹیرے کی بہن کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میری بہن! خدا تم پر فضل و کرم کرے۔"

اس غریب عورت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کیونکہ عنبر نے عین وقت پر آ کر اپنی جان دے کر اس کے بھائی کی جان بچا لی تھی۔ عرب عورت تو یہی سمجھ رہی تھی کہ عنبر زندہ نہیں بچ سکے گا۔ سپاہیوں نے عنبر کو زور سے گھسیٹ کر گھوڑے پر بٹھایا اور رات کے اندھیرے میں تلواریں لہراتے اسے شاہی محل کی طرف روانہ ہو گئے۔

ان کے جانے کے بعد اصلی باغی لٹیرا صندوق کے پیچھے سے نکل آیا۔ اس کی بہن نے بھائی کا ماتھا چوم لیا اور کہا۔

"مجھے یقین ہے، یہ کوئی فرشتہ تھا۔ جس نے عین وقت پر آ کر تمہاری جان بچا لی۔"

باغی لٹیرا بولا۔

"میری پیاری بہن! میرا بھی یہی خیال ہے۔ کیونکہ اس شخص کو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ ہمیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اچھا اب میں واپس دمشق جاتا ہوں۔ پھر کسی وقت آؤں گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باغی لٹیرا بہن کے مکان سے نکل کر گھوڑے پر بیٹھا اور دریا کی طرف گھوڑا سرپٹ دوڑاتے غائب ہو گیا۔

شاہی سپاہی عنبر کو سیدھا شاہی محل کے قید خانے میں لے گئے اور اسے وہاں بند کر کے سخت پہرہ لگا دیا۔ عنبر حوالات کی کوٹھڑی میں گھاس پھونس پر بیٹھ گیا۔ دو حبشی سپاہی تلواریں اٹھائے باہر پہرہ دے رہے تھے۔ عنبر کو اس بات سے بڑی خوشی ہو رہی تھی کہ اس نے ایک بہن کے بھائی کو موت کے منہ میں جانے سے بچا لیا ہے۔ اپنے آپ کو عنبر نے حالات پر چھوڑ دیا تھا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ بادشاہ اسے کیا سزا دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ بادشاہ کے شاہی محل کا بھی اس بہانے ایک چکر لگانا چاہتا تھا کہ شاید یہاں مایا ناگ سے ملاقات ہو جائے وہ رات عنبر نے قید کی کوٹھڑی میں گزار دی۔

دوسرا دن بھی گزر گیا۔ دوپہر کو اسے ایک سوکھی روٹی کھانے کے لیے دی۔ عنبر کو بھلا روٹی کھانے کی کب ضرورت تھی۔ شام کو اسے بادشاہ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ وزیر اور امیر ادب سے کھڑے تھے۔ بادشاہ ہیرے جواہرات کا تاج پہنے تخت پر بیٹھا تھا۔ اس نے عنبر کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ کیوں کہ

وہ عنبر کو باغی لٹیرا سمجھ رہا تھا اور باغی لٹیرا اس کا سب سے بڑا دشمن تھا۔

"اے بدبخت باغی لٹیرے! آج تمہاری موت کا وقت آ گیا۔ میں تمہیں وہ سزا دوں گا کہ جس سے لوگ کانپ جائیں گے۔"

عنبر نے کہا۔

"اے بادشاہ! میں ہر سزا کے لیے تیار ہوں۔ مگر تمہیں یہی کہوں گا کہ غریب رعایا پر ظلم و ستم بند کر دے۔ نہیں تو تمہارا انجام بڑا بھیانک ہو گا۔"

بادشاہ نے طیش میں آ کر حکم دیا۔

"اسے کل صبح قبرستان لے جا کر زندہ دفن کر دو۔"

سپاہی حکم سنتے ہی عنبر کو کھینچتے ہوئے واپس حوالات کی کوٹھڑی میں لے گئے اور اسے بند کر کے پہرہ اور زیادہ سخت کر دیا۔ عنبر وہاں سے بھاگ سکتا تھا مگر اس نے سوچا کہ اگر وہ بھاگ گیا تو یہ غریب پہرے دار حبشی غلام مارے جائیں گے۔ بادشاہ ان سب کو قتل کروا دے گا۔ بس اس نے دل میں فیصلہ کیا کہ وہ زندہ قبر میں دفن ہو جائے اور جب سپاہی اسے قبر میں دفن کر کے چلے جائیں گے تو وہ باہر نکل آئے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسی طرح رات گزر گئی۔ صبح کی پہلی نیلی روشنی پھیلی تو سپاہیوں کا ایک دستہ آیا اور عنبر کی مشکیں کس کر اسے ایک گھوڑے پر بٹھایا اور لے کر قبرستان کی طرف چلے یہ وہی قبرستان تھا جس کی ایک قبر کے اندر مایا جادو گر، مُردہ کاہن کے طلسم میں گرفتار تھی۔

سپاہی عنبر کو لے کر قبرستان میں داخل ہو گئے۔ اس قبرستان میں داخل ہوتے ہی عنبر کو پہلی بار مایا کی خوشبو آئی۔ اس کے دل کی کلی جیسے کھل اٹھی۔ مگر یہ خوشبو بہت ہی دھیمی اور مدھم تھی۔ جیسے کہیں دور سے آ رہی ہو۔ سپاہی ایک خالی جگہ پر جا کر رُک گئے۔ انہوں نے قبر کھودنی شروع کر دی۔ عنبر جھوٹ موٹ ڈرنے لگا اور ڈرتے ڈرتے بولا۔

"خدا کے لیے مجھے قبر میں زندہ دفن نہ کرو۔ میں مر جاؤں گا۔"

ایک سپاہی نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"بدبخت! یہی تو ہم چاہتے ہیں کہ تُو مر جائے۔"

عنبر نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اے خدا! مجھے ان ظالموں سے بچا لے۔"

سپاہی قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔ زمین میں جب گڑھا

کافی گہرا کھود لیا گیا تو سپاہیوں کے سردار نے کہا۔

"باغی لٹیرے کو قبر کے اندر لٹا کر کھونٹیوں کے ساتھ جکڑ دو۔"

قبر کے اندر زمین میں کھونٹیاں گاڑ دی گئی تھیں۔ عنبر کو قبر میں لٹا کر اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں رسّی میں جکڑ کر کھونٹیوں کے ساتھ کس کر باندھ دیے گئے۔ عنبر اپنی جگہ سے ذرا بھی نہ ہل سکتا تھا۔ سپاہیوں نے اپنے سردار کے حکم سے قبر میں مٹی ڈالنی شروع کر دی۔ دیکھتے دیکھتے قبر مٹی سے بھر گئی اور عنبر اس کے اندر چھپ گیا۔ ایک عجیب بات تھی کہ عنبر کو قبر کے اندر مایا کی خوشبو نہیں آنے لگی تھی۔ اس لیے کہ اسی قبر سے دس پندرہ قبریں چھوڑ کر مایا ایک قبر کے اندر عربی لڑکی خولہ کے ساتھ موجود تھی۔

سپاہی عنبر کو زندہ دفن کر کے چلے گئے تو قبرستان میں موت کی خاموشی چھا گئی۔ اتنے میں ایک کبڑا آتش پرست ایرانی بوڑھا قبرستان میں داخل ہوا اس کو ایسے مُردے کی تلاش تھی۔ جس کو دفن کیا گیا ہو۔ آتش پرست کو پتا چل گیا تھا کہ آج صبح بادشاہ کے حکم سے باغی لٹیرے کو قبرستان میں زندہ دفن کیا جا رہا ہے۔ آتش پرست انتظار کر رہا تھا کہ عنبر قبر کے اندر دم گھٹنے سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مر جائے تو وہ پھر اپنا جادو شروع کرے۔ کیونکہ وہ مُردے کو زندہ کرنا چاہتا تھا۔ زندہ آدمی اس کے کسی کام کا نہیں تھا۔۔۔۔

قبر کے اندر عنبر کو ماریا کی بڑی تیز خوشبو آ رہی تھی۔ عنبر خوش ہوا کہ ضرور ماریا یہیں کہیں پر موجود ہے۔ اس نے بڑے آرام سے رسی تڑا کر اپنے ہاتھ پیر آزاد کرا لیے۔ اوپر جب آتش پرست نے محسوس کیا کہ آدھ گھنٹہ گزر گیا ہے اور زندہ انسان قبر کے اندر مر چکا ہو گا تو اس نے جادو کے منتر پڑھنے شروع کر دیے اور جیب سے ایک کالے رنگ کی شیشی نکال کر اس کا پانی قبر پر چھڑک دیا۔

تھوڑی دیر بعد قبر کی مٹی میں حرکت پیدا ہوئی۔ مٹی قبر کے اندر کی طرف جا رہی تھی۔ آتش پرست جادو گر بہت خوش ہوا کہ اس کا جادو چل گیا اور مردہ قبر میں زندہ ہو گیا ہے۔ اس کو کیا خبر تھی کہ یہ مردہ نہیں بلکہ عنبر ہے۔ جو پہلے ہی زندہ تھا۔ آتش پرست نے اونچی آواز میں منتر پڑھنے شروع کر دیے۔ وہ آنکھیں کھولے بڑے غور سے قبر کو دیکھ رہا تھا۔ قبر میں سوراخ ہو گیا۔

اس کے بعد عنبر کا سر مٹی میں سے باہر نکل آیا۔ آتش پرست جادو گر نے تیز تیز منتر پڑھ کر عنبر پر پھونکیں مارنی

اور قبر کے گڑھے میں داخل ہو گیا۔

قبر کے اندر سے کسی عورت کی چیخ کی آواز سنائی دی۔ عنبر چونکا۔ مگر یہ آواز ماریا کی نہیں تھی۔ آتش پرست کبڑا زور زور منتر پڑھنے لگا تھا۔ پھر اس نے عنبر کی طرف منہ پھیرا اور بلند آواز میں کہا۔

"اے میرے غلام مُردے! اس قبر میں اُتر جا۔"

عنبر قبر میں اُتر گیا۔ یہاں اسے ماریا کی خوشبو قریب سے آنے لگی۔ وہ بڑا خوش ہوا کہ اس کھیل کے ساتھ ساتھ اسے ماریا کا سراغ بھی مل رہا تھا۔ عنبر دھوئیں کے بادل میں سے گزر کر آگے بڑھا تو سامنے ایک طاق آ گیا۔ یہ طاق قبر کی دیوار میں بنا تھا۔ اور وہی تھا جس میں سے گزرتے ہی ماریا کو مصری کاہن کے طلسم نے اپنی گرفت میں جکڑ لیا تھا۔

لیکن عنبر پر کاہن کے طلسمی لہروں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ کیونکہ عنبر آتش پرست کبڑے جادوگر کے اثر میں تھا اور یہ کبڑا جادوگر مصری کاہن سے جادوگری میں ہزار سال پرانا اور تجربے کار تھا۔ اوپر سے کبڑے آتش پرست کی آواز آئی۔

"اے میرے غلام مُردے! طاق کو کھول کر اندر چلا جا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اندر تجھے ایک غار ملے گا۔ اس غار میں سے گزر کر آگے جاؤ گے تو ایک دالان آ جائے گا۔ دالان میں پتھر کی سیڑھی اوپر جاتی ہے۔ اس سیڑھی کے نیچے ایک بھاری پتھر ہے۔ اس پتھر کو اکھاڑو گے تو نیچے تمہیں ایک سونے کی بنی کا بُت ملے گا۔ اس بُت کے سر پہ ایک دیا روشن ہو گا۔ دیئے کو پھونک مار کر بجھا دینا اور سونے کی بتی لے کر میرے پاس واپس آ جانا۔ جاؤ۔'

عنبر طاق نے کھولا تو اسے ایک ہلکا سا جھٹکا لگا۔ اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی اسے پیچھے سے دھکیل رہا ہے۔ وہ تھوڑا سا ایک طرف کو گھوم گیا۔ یہ کاہن جادوگر کے جادو کی طاقتور لہریں تھیں جو عنبر کو بگولے کی طرح گھمانے اور وہاں سے اٹھا کر زمین پر پٹخنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ لیکن ایک تو عنبر کی اپنی طاقت اور دوسرے گبڑے آتش پرست کے جادو کا اثر تھا۔ کہ عنبر اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلا اور آگے ہی آگے بڑھتا گیا۔

سامنے ایک غار سا تھا۔ اس غار میں عنبر کو ماریا کی خوشبو تیز ہوتی محسوس ہوئی۔ عنبر خوش ہوا کہ ماریا اسی جگہ کہیں قید ہے۔ غار سے نکل کر عنبر دالان میں آ گیا۔

یہاں اس نے دیکھا۔ ایک جگہ سے پتھر کی سیڑھی اوپر جاتی تھی۔ عنبر اس سیڑھی کے پاس آ گیا۔ پہلی سیڑھی کے قریب ہی ایک بھاری پتھر کی سل رکھی تھی۔ یہی وہ سل تھی جس کو عنبر نے اٹھانا تھا۔ عین اس وقت ماریا کو بھی عنبر کی خوشبو آنے لگی۔ وہ خود کے پاس چبوترے پر بیٹھی تھی۔ عنبر کی خوشبو کے آتے ہی وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ عرب لڑکی خود بے چاری چبوترے پر بے حس و حرکت پڑی تھی۔ ماریا دیوار میں سے گزر کر دالان میں آئی تو سامنے سیڑھیوں کے پاس عنبر کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

'عنبر!'

عنبر نے جدھر سے ماریا کی آواز آئی تھی ادھر دیکھا ماریا کی خوشبو بالکل قریب سے آ رہی تھی۔ اس نے کہا۔

'ماریا بہن! تم یہاں کیسے آ گئیں؟'

ماریا نے کہا۔

'یہ لمبی کہانی ہے پہلے یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ کیا قبر میں داخل ہوتے ہوئے تمہیں جادو کے بگولے نے نہیں روکا؟'

عنبر نے کہا۔

'روکا تھا مگر میری طاقت اور گبڑے جادوگر کے جادو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے مجھے یہاں تک آنے میں مدد دی۔"

"یہ کٹڑا جادو گر کون ہے؟"

عنبر بولا۔

"یہ بھی ایک دلچسپ کہانی ہے۔ بعد میں بتاؤں گا۔ ذرا ٹھہرو۔ یہاں سے میں سونے کی بتی نکال لوں۔"

"سونے کی بتی؟" ماریا نے پوچھا۔

"ہاں۔ تم دیکھتی رہو۔"

ماریا کو یقین تھا کہ مصری کاہن کو پتا چل گیا ہوگا کہ باہر سے کوئی دوسرا انسان قبر میں داخل ہوا ہے اور وہ آ ہی رہا ہوگا۔ ماریا جانتی تھی کہ وہ اسے اور عنبر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بس ایک ہی خطرہ تھا کہ کہیں وہ جادو کے زور سے عرب لڑکی یعنی اپنی قبر کی دلہن کو غائب کر کے اپنے ساتھ کسی دوسری جگہ نہ لے جائے اور پھر ماریا اس کی جان نہ بچا سکے۔ اس نے عنبر کو دیکھا۔ وہ بھاری پتھر ہٹا چکا تھا۔ نیچے سونے کی بتی بیٹھی تھی۔ جس کے سر پہ ایک چراغ جل رہا تھا۔

نقاب پوش قاتل

عنبر نے پھونک مار کر دیا بجھا دیا۔

دیا بجھا۔ اندھیرا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی بڑی تیز آندھی چل پڑی۔ ماریا اور عنبر زمین پر لیٹ گئے۔ سارے کمرے میں ایک طوفان مچا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے آندھی کمرے کو اٹھا کر اڑی جا رہی ہے۔ تیز ہوا کی چیخوں سے کان پھٹ رہے تھے۔ عنبر نے چلا کر کہا۔

"ماریا! تم میرے پاس ہی ہو کیا؟"

ماریا نے عنبر کی آواز بالکل نہ سنی۔ اگرچہ وہ عنبر کے پاس ہی زمین کے ساتھ چپٹی ہوئی تھی۔ اچانک بجلی زور سے کڑکی۔ روشنی ہوئی اور اس روشنی میں آندھی رک گئی اور سیڑھیوں پر مصری کاہن نمودار ہوا۔ اس نے دونوں بازو پھیلا رکھے تھے۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ عنبر نے گڑھے میں ہاتھ ڈال کر سونے کی بتی پکڑ لی۔ بتی کے منہ سے شیر کی دھاڑ ایسی گرج پیدا ہوئی اور سیڑھیاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر کھڑے مصری کاہن کا جسم ایک دم پتھر کی طرح ساکت ہوگیا۔ اپنی جگہ پر وہ جم گیا۔ پھر وہ سیڑھیوں پر گرا اور لڑھکتا ہوا فرش پر آگیا۔ عنبر اور ماریا بھاگ کر اس کے پاس گئے تھے۔

کاہن کا جسم مُردہ ہو چکا تھا اور آہستہ آہستہ گلنے سڑنے لگا تھا۔ عنبر اور ماریا کی آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے کاہن کے جسم کی ساری ہڈیاں گل سڑ کر مٹی بن گئیں۔ ماریا نے کہا۔

"یہ شخص اصل میں ایک مُردہ تھا اور اپنے علم کے زور سے زندہ ہو کر اس قبر کے اندر رہ رہا تھا۔ اس نے ایک عرب عورت سے شادی کر رکھی تھی جس کو ایک ماہ بعد یہ ہلاک کرنے والا تھا۔"

عنبر نے پوچھا۔

"وہ عرب عورت کہاں ہے؟"

ماریا نے کہا۔

"اس دیوار کے پیچھے ہے۔"

ماریا نے دیوار کی طرف اشارہ کیا ہی تھا کہ دیوار دھڑام سے گر پڑی اور سامنے چبوترے پر خولہ بیٹھی خوف بھری نظروں سے عنبر کو تک رہی تھی۔

"کون ہو کون ہو تم؟"

اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ ماریا نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں خولہ! یہ میرا بھائی عنبر ہے۔ اب تم آزاد ہو۔ میں بھی آزاد ہوں۔ اسی نے ہم دونوں کو آزاد کرایا ہے۔"

خولہ کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس کے بعد عنبر نے ماریا کو گبڑے جادو گر کا واقعہ بتایا اور کہا کہ وہ قبر کے باہر کھڑا اس کا انتظار کر رہا ہے۔ ماریا نے کہا۔

"اس کو اس بلی کی کیا ضرورت ہے؟ کہیں وہ بھی کسی عورت پر ظلم کرنے کی سازش نہ تیار کر رہا ہو۔ چل کر اس کی خبر لیتے ہیں۔"

عنبر نے کہا۔

"وہ بھی کوئی زبردست جادو گر لگتا ہے۔ کہیں ہمیں نقصان نہ پہنچائے۔"

ماریا بولی۔

"اس کاہن سے بڑا جادو گر نہیں ہو سکتا وہ۔ آؤ ہم چلتے ہیں۔"

ماریا، عنبر اور خولہ غار سے نکل کر قبر کے احاطے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آ گئے۔ طاق اسی طرح کھلا تھا۔ مگر جادو کا اثر ختم ہو چکا تھا۔ عنبر نے کہا:

"میں ابھی تک مُردے کی اداکاری ہی کروں گا۔ تم اور خولہ چھپے رہ کر تماشہ دیکھنا۔"

باہر قبرستان میں رات کا گھنا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ عنبر سونے کی بتی کا بت لے کر قبر سے باہر نکل آیا۔ سامنے کھڑا جادوگر ہاتھ پھیلائے اندھیرے میں کھڑا بھوت لگ رہا تھا۔ اس نے کہا:

"اے مُردے! کیا تُو سونے کی بتی لے آیا؟"

عنبر نے کہا:

"میں سونے کی بتی لے آیا ہوں۔ مگر پہلے یہ بتاؤ کہ تم اس بتی کو کیا کرو گے؟"

کبڑے جادوگر نے غصے میں آ کر کہا:

"اے گستاخ مُردے تو میرا غلام ہے۔ تیری یہ ہمت کہ مجھ سے اُلٹا سوال کرے؟"

عنبر نے کہا:

"اگر تُو نے مجھے یہ نہ بتایا کہ تو اس بتی کو لے کر کیا کرے گا تو میں یہ بتی تمہیں نہیں دوں گا۔"

کبڑے جادوگر نے ایک کریہہ قہقہہ لگایا اور کہا:

"میں تجھے پھر سے مُردہ بنا کر قبر میں دفن کر دوں گا۔"

اب عنبر نے کبڑے جادوگر کے قریب جا کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا:

"اے احمق میں مُردہ نہیں بلکہ زندہ انسان ہوں اور میرا نام عنبر ہے۔ کیا تیرا جادو تجھے اتنا بھی نہیں بتا سکتا کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں اور میرے اندر کون سی غضب طاقت ہے؟"

کبڑا آتش پرست اتنا بڑا جادوگر نہیں تھا کہ عنبر کی زندگی کے بارے میں کچھ معلوم کر سکتا۔ اس نے عنبر کو انسانوں کی طرح باتیں کرتے دیکھا تو طیش میں آ کر بولا:

"اے بتی! اس گستاخ کی گردن پنجہ مار کر تن سے جُدا کر دے۔"

بتی شیر کی طرح ایک بار پھر دھاڑی اور اس کا پنجہ ایک فٹ لمبا ہو گیا۔ مگر عنبر نے اسے دبوچے رکھا۔ بتی ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے شیر کی طرح گرجتی رہی۔ پنجہ چلاتی رہی مگر عنبر نے اسے ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اتنے میں خولہ اور ماریا بھی عنبر کے پاس آ گئیں۔ آتش پرست کبڑے نے خولہ کو دیکھ کر کہا:

"تم کون ہو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا نے کہا:

"میں بتاتی ہوں تمہیں"

آتش پرست کبڑے جادوگر نے غیبی ماریا کی آواز سنی تو گھبرا کر اندھیرے میں ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر اس نے طلسم پڑھ کر زور سے پھونک ماری۔ اس کے منہ سے شعلہ نکل کر خود کی طرف بڑھا۔ عنبر نے بلی کو اٹھا کر زمین پر اتنی زور سے پٹخ دیا کہ اس کے گیارہ بارہ ٹکڑے ہو گئے۔ پھر وہ کبڑے جادوگر کی طرف بڑھا اور اسے بھی گردن سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

"خبیث جادوگر تیرا جادو مجھ پر اور ماریا پر نہ چل سکے گا۔ ہم دونوں پانچ ہزار سال پرانے مصر کے اہراموں سے نکل کر آئے ہیں"

کبڑے آتش پرست نے عنبر کا ہاتھ تھام کر کہا:

"بیٹا مجھے معاف کر دو۔ میں تمہیں مُردہ سمجھ رہا تھا۔ اور میرا خیال تھا کہ یہ میرا جادو ہے جس کے اثر سے تم کاہن کی قبر سے جادو کی بلی اُٹھا لائے ہو۔ اب معلوم ہوا کہ میرے جادو میں کوئی اثر نہیں تھا بلکہ یہ تمہاری طاقت تھی جس کی وجہ سے تم زندہ بچ کر واپس آ گئے"

ماریا نے کہا:

"تم کون ہو اور کس لیے یہ سب کچھ کر رہے تھے؟"

کبڑا جادوگر بولا:

"میں آتش پرست ایرانی ہوں۔ دریا پار اپنے مندر میں رہ کر پچاس برس سے آگ کی پوجا کر رہا ہوں۔ میں نے پرانی کتابوں میں ایک طلسم پڑھا کہ اگر میں پرانے قبرستان میں جا کر کسی تازہ مُردے کو جادو کے زور سے زندہ کر کے اسے قبرستان کی کھلی قبر کے اندر بھجوا دوں تو کاہن جادوگر سے جادو کی بلی حاصل کر سکتا ہوں۔ پھر میں دنیا کا سب سے بڑا جادوگر بن جاؤں گا اور جن بھوت میرے قبضے میں آ جائیں گے۔ میں نے دیکھا کہ شاہی سپاہی عنبر کو زندہ دفن کرنے کے لیے لا رہے ہیں۔ میں اس کے مرنے کا انتظار کرتا رہا۔ پھر میں نے منتر پڑھا اور یہ سمجھا کر یہ میرے طلسم سے جی اٹھا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ زندہ تھا اور مر نہیں سکتا۔ اب بلی ٹوٹ کر خاک میں مل گئی ہے میرے جادو کا اثر ختم ہو گیا ہے۔ میں زندہ نہیں رہ سکتا"

عنبر نے کہا:

"تم دلچسپ آدمی لگتے ہو۔ چلو ہم ایک رات تمہارے ساتھ میں بسر کریں گے"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے بڑی خوشی ہوگی: کبڑے جادوگر نے کہا۔

ماریا بولی:

عنبر! تم مندر میں چلو میں خود کو اس کے باپ کے گھر چھوڑ کر آتی ہوں۔

کبڑے آتش پرست نے ماریا کو مندر کا راستہ سمجھا دیا تاکہ وہ خود کو چھوڑ کر ان کے پاس آجائے اور عنبر کو لے کر اپنے مندر کی طرف روانہ ہوگیا۔ ماریا نے لڑکی خود کو ساتھ لیا اور شہر کی طرف چل پڑی۔

کبڑا آتش پرست اور عنبر گھوڑوں پر سوار رات کے اندھیرے میں گھوڑے دوڑاتے دریا کے کنارے کنارے چلے جا رہے تھے۔ ناگ نے قبرستان کی دیوار پر عنبر کے لیے جو پیغام لکھا تھا کہ وہ دمشق جا رہا ہے وہ وہیں لکھا رہ گیا اس پر نہ عنبر کی نظر پڑی اور نہ ماریا اسے دیکھ سکی تھی۔

آتش پرست کبڑے کا ویران مندر قریب ہی تھا گھوڑے باہر باندھ کر کبڑا عنبر کو اپنے ساتھ اندر لے گیا۔ ایک جگہ آگ جل رہی تھی۔ کبڑے نے آگ کے آگے جا کر پوجا کی اور جان بچ جانے پر آگ کی دیوی کا شکریہ ادا کیا۔ عنبر اسے دیکھتا رہا۔ وہ ماریا کا انتظار کر رہا تھا۔ کہ وہ آئے تو اسے ساتھ لے کر وہ دونوں ناگ

کی تلاش میں نکلیں۔ رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ کبڑا آتش پرست ابھی تک پوجا کر رہا تھا۔ عنبر مندر کے باہر سیڑھیوں پر آکر بیٹھ گیا۔ آسمان پر تارے جھلملا رہے تھے۔ صحرا دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ اچانک عنبر کو غنودگی آنے لگی اور وہ سو گیا۔

جب اس کی آنکھ کھلی، کیا دیکھتا ہے کہ دوسرے حبشی غلاموں کے ساتھ زنجیروں میں جکڑا ہوا ایک چھکڑے میں کھڑا ہے اور چھکڑا رومن شہر کے بازاروں سے گزر رہا ہے۔ دونوں طرف رومن عورتیں اور مرد کھڑے انہیں گالیاں دے رہے ہیں اور پتھر مار رہے ہیں۔ عنبر یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ کہاں سے کہاں آگیا۔ فوراً سمجھ گیا کہ تاریخ نے کروٹ بدلی ہے اور وہ دو چار سو سال ایک دم پیچھے آگیا ہے۔ عنبر نے اپنا سر تھام لیا، کہ کم بخت تاریخ کے اس واپسی کے سفر میں پیچھے آنا ہی تھا۔ تو وہ کسی بادشاہ یا شہزادے کے روپ میں آتا۔ یہ کیا کہ غلام کی شکل میں ظاہر ہو گیا کہ جن کو رومن سپاہی زنجیروں میں جکڑے چھکڑوں میں لادے سولی پر لٹکانے لیے جا رہے تھے۔ اس زمانے میں چوروں اور ایسے غلاموں کو جو رات ملکہ کو زہر دے دیا گیا تھا سے سولی پر لٹکا دیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاتا تھا۔

اس کے ساتھ چار حبشی غلام تھے۔ جن کا موت کے خوف سے بُرا حال ہو رہا تھا۔ اور وہ چھکڑے میں بار بار گر پڑتے تھے۔ سپاہی چمڑے کے ہنٹر مار مار کر انہیں پھر سے اٹھا دیتے۔ عنبر نے دیکھا کہ اس کا لباس بھی جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ یہ روم شہر کا بازار تھا۔ عنبر ان بازاروں اور لوگوں کو پہچان سکتا تھا۔ اسے سب سے پہلے ماریا کا خیال آیا کہ خدا جانے وہ کس جگہ اور تاریخ کے کس مقام پر جا نکلی ہو گی۔

ماریا بھی روم میں آ کر نکلی تھی۔ اس رات جب کہ عنبر مندر کی سیڑھی پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ ماریا خود کو اس کے باپ کے حوالے کر کے مندر کی طرف چلی آ رہی تھی کہ دریا کے پُل پر پہنچ کر اسے اچانک یوں لگا۔ جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ پُل جھولنے لگا اور ماریا پُل پر سے نیچے دریا میں گر پڑی۔ وہ ابھی دریا کے پانی سے نہیں ٹکرائی تھی کہ ایک بجلی چمکی۔ ہر طرف دن کی روشنی ہو گئی۔ اس کے بعد گہرا اندھیرا چھا گیا اور ماریا بے ہوش ہو گئی۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ دن کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے اور وہ کسی شاہی محل کے دیوان خانے میں پڑی ہے۔ محل کے بُرج رومن طرز کے تھے۔ وہ بھی فوراً سمجھ گئی کہ تاریخ نے پیچھے کی طرف دو چار سو سال کی چھلانگ لگائی ہے اور وہ روم کے کسی بادشاہ کے محل کی چھت پر آ گئی ہے۔ اسے بھی سب سے پہلے عنبر کا خیال آیا کہ خدا جانے وہ کس ملک اور کس جگہ جا نکلا ہو گا۔ اس کا دھیان تاگ کی طرف چلا گیا کہ نہ معلوم وہ کہاں ہو گا، اور اب ان کی آپس میں کب اور کس قسم کے حالات میں ملاقات ہو گی۔

ماریا محل کی سیڑھیاں اُتر کر نیچے آئی تو اس نے دیکھا کہ دربار کے امیر رومن طرز کا کھلا لباس پہنے سروں پر گلاب کے پھولوں کی شاخیں لگائے سرخ قالینوں کے اوپر بڑے آرام آرام سے چل کر ہنستے مسکراتے باتیں کرتے بڑے ہال کمرے کی طرف جا رہے ہیں۔ وہ دوسرے برآمدے میں آئی تو یہاں دو رومن ستون کے ساتھ لگ کر کھڑے بڑے پُراسرار انداز میں ایک دوسرے سے کھُسر پھُسر کر رہے تھے۔ ماریا ان کے قریب کھڑی ہو کر ان کی باتیں سننے لگی۔ وہ روم کی ملکہ کو قتل کرنے کی سازشیں کر رہے تھے۔ ماریا کے کان کھڑے ہو گئے۔ ایک کہہ رہا تھا۔

"آج رات ملکہ کو زہر دے دیا جائے گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم نے کنیز کو پوری طرح سب کچھ سمجھا دیا تھا؟"

"ہاں — اس کی انگوٹھی میں قاتل زہر کا سفوف ہے۔ رات کو جب وہ ملکہ کو سونے سے پہلے شربت پلائے گی تو اس میں زہر کا سفوف ڈال دے گی اور پھر ملکہ کے مرتے ہی ہم تخت پر قبضہ کر لیں گے۔ میں نے فوج کے سپہ سالار کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔"

"آؤ اب دربار میں چلتے ہیں۔ ہمیں ملکہ کے سامنے رہنا چاہیے تاکہ اسے کوئی شک نہ ہو۔"

دونوں دربار ہال کی طرف چل دیے۔ ماریا نے سوچا کہ ذرا دیکھنا چاہیے کہ یہاں کی ملکہ کون ہے جس کو یہ لوگ آج رات قتل کرنے والے ہیں۔ وہ بھی دربار کی طرف آ گئی۔ دربار میں ہر طرف شان و شوکت تھی۔ سرخ کم خواب کے پردے چھتوں سے فرش تک لٹک رہے تھے۔ درباری ادب سے کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ تخت پر سونے کی کرسی رکھی تھی۔ اتنے میں ملکہ آ گئی۔ اس کے ساتھ کنیزوں اور غلاموں کا جلوس تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ ملکہ ایک اٹھارہ انیس سال کی بے حد خوبصورت اور معصوم لڑکی ہے۔ ماریا نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ وہ اتنی بھولی بھالی اور خوبصورت لڑکی کو کبھی نہیں مرنے دے گی۔ ملکہ کو دیکھ کر سارے دونوں اگر

ادب سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب ملکہ کرسی پر بیٹھی تو سارے درباری بھی بیٹھ گئے۔ ماریا نے سوچا کہ وہ رات تک ملکہ کے ساتھ رہے گی۔

اُدھر روم کے بازاروں میں بدنصیب موت کے مسافر حبشی غلاموں کا جلوس موت کی پہاڑی پر پہنچ گیا۔ وہاں پانچ سولیاں لگی ہوئی تھیں اور رسّے لٹک رہے تھے۔ پانچوں جلاد ان کو سولی پر لٹکانے کے لیے تیار کھڑے تھے۔ جھگڑا کھڑا کر کے غلاموں کو اتار کر باری باری ایک ایک سولی کے آگے لے جا کر کھڑا کر دیا گیا۔ لوگ شور مچا رہے تھے۔ نعرے لگا رہے تھے کہ ان کو آہستہ آہستہ پھانسی دو۔ عنبر کو معلوم تھا کہ وہ تاریخ کے سب سے لرزہ خیز دور میں ہے۔ جب رومن بادشاہ مجرموں اور اپنے دشمنوں پر بھوکے کتے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ وہ خاموش تھا اور پھانسی کا انتظار کر رہا تھا۔

سیڑھی کے ذریعے غلاموں کو پھانسی پر چڑھا کر ان کے گلوں میں رسّی ڈال دی گئی۔ عنبر کے گلے میں بھی رسّی ڈال دی گئی۔ پھر ایک سپاہی نے رومال کا اشارہ کیا کہ نیچے سے سیڑھیاں کھینچ دی گئیں۔ پانچوں کے پانچوں غلام عنبر سمیت رسّی کے پھندے میں کس کر جھولنے لگے۔ چاروں غلام تو پھڑک رہے تھے۔ تڑپ رہے تھے۔ ان کی گردنیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھندے میں پھنسی لٹک رہی تھیں۔ عنبر بھی تڑپنے پھڑکنے کی اداکاری کرنے لگا۔ وہ یونہی ذرا تماشا کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے وہ یہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ اتنے لوگوں کے ہجوم میں اس کی خفیہ طاقت کا راز کھل جائے۔ چاروں غلام ٹھنڈے ہو گئے۔ عنبر نے بھی پھڑکنا چھوڑ دیا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ بھی مر گیا ہے۔ لوگ نعرے لگاتے چلے گئے۔ سپاہی بھی چلے گئے۔ رات ہو گئی۔ سولیوں پر چاروں لاشیں لٹک رہی تھیں۔ عنبر کی لاش بھی لٹک رہی تھی۔ جب اندھیرا چھا گیا تو عنبر نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ پہاڑی پر کوئی نہیں تھا۔ اس نے آہستہ سے اپنی گردن کے گرد بندھا ہوا رسّا کھول دیا۔ اور نیچے چھلانگ لگا دی۔ اتنے میں سپاہیوں کے قدموں کی بھاری چاپ سنائی دی۔ عنبر جلدی سے ایک طرف جھاڑیوں کے پیچھے ہو گیا۔

وہ رومن سپاہی خنجر لگائے نیزے اٹھائے سولیوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ایک لاش غائب ہے تو وہ چونک پڑے۔ لاش کا غائب ہو جانا بہت بڑا جرم تھا۔ قانونی طور پر سولی پانے والوں کی لاشیں دو دن تک لٹکتی رہا کرتی تھیں۔ وہ یہ سمجھے کہ شاید اس غلام کا کوئی رشتے دار لاش اتار کر لے گیا ہے۔ وہ پیچھے

کو بھاگے تو اچانک جھاڑی میں ایک سپاہی کی نظر پڑ گئی۔

"کون ہو؟ باہر نکلو۔"

اس نے نیزہ دکھا کر عنبر سے کہا۔ عنبر باہر نکل آیا۔

"کون ہو تم؟" سپاہی نے اندھیرے میں عنبر کی طرف دیکھ کر کہا۔

عنبر نے کہا۔

"میں اس سولی کی لاش ہوں۔"

اب ان سپاہیوں نے عنبر کو پہچان لیا۔ کیونکہ ان کے سامنے عنبر کو پھانسی پر لٹکایا گیا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑے عنبر کو گھورنے لگے۔

ایک نے کہا۔

"رسّی ڈھیلی ہو گئی ہو گی۔ اسے پکڑ کر ہلاک کر دو۔"

عنبر نے کہا۔

"اپنی زندگی چاہتے ہو تو یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

مگر رومن قوم کا سپاہی بھاگنا نہیں جانتا تھا۔ انہوں نے عنبر پر حملہ کر دیا اور پھر وہی ہوا جو ہوا کرتا ہے — تھوڑی دیر بعد دونوں سپاہیوں کی لاشیں پڑی تڑپ رہی تھیں۔ عنبر پہاڑی سے اتر کر شہر میں آ گیا۔ شہر میں اندھیرا تھا۔ کہیں کہیں گلی کوچوں کے کونوں پر لیمپ روشن تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ شہر کی گلیوں میں سے نکل کر باہر کھیتوں میں آ گیا۔ یہاں ایک ٹیلے پر کسی دیوتا کا بہت بڑا مجسمہ بنا تھا۔ عنبر اس مجسمے کے نیچے چبوترے پر آ کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا ماریا ناگ کہاں ہوں گے۔ اور وہ یہاں سے کس طرف کو جائے۔

ادھر جب آدھی رات ہوئی تو روم کی ملکہ اپنے سونے کے کمرے میں آ گئی۔ اس کی خاص کنیز اس کے ساتھ تھی۔ اپنے شاندار بستر پر بیٹھتے ہی ملکہ نے اپنے زیور اتار کر رکھ دیے اور کنیز سے کہا۔

"میرا شربت لاؤ۔"

کنیز ایک طرف چلی گئی۔ جہاں شربت کا مرتبان رکھا تھا۔ اس نے اپنی انگوٹھی اتار کر گلاس میں زہر کا سفوف ڈال دیا اور پھر شربت انڈیل کر ملکہ کے پاس آ گئی۔ ملکہ اپنے بالوں کو بنا رہی تھی۔ ماریا یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ ملکہ نے کہا۔

"گلاس رکھ دو اور ذرا میرے نئے رومال تو دوسرے کمرے سے اٹھا کر لاؤ۔"

کنیز نے سوچا کہ وہاں گلاس کو کون چھیڑ سکتا ہے۔ بڑی خاموشی سے گلاس تپائی پر رکھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اب ماریا نے ملکہ روم کے کان کے قریب جا کر آہستہ

سے کہا۔

"میری بات غور سے سنو ملکہ! میں آسمان کی روح ہوں، اور تمہاری مدد کے لیے آئی ہوں۔ اس گلاس میں زہر ہے۔"

ملکہ چونک کر پرے ہٹ گئی۔

"ڈرو نہیں۔ تم ملکۂ روم ہو۔ تمہیں بہادر ہونا چاہیے میں تمہاری دوست روح ہوں۔ اس گلاس میں تمہاری کنیز نے زہر ڈال دیا ہے۔ یہ گلاس اپنی کنیز سے کہو کہ پیے۔ تمہیں پتا چل جائے گا۔"

ملکہ کوئی جواب دینے ہی لگی تھی کہ کنیز رومال ہاتھوں پر ڈالے واپس آ گئی۔ ملکہ کچھ گھبرائی گھبرائی سی اور پریشان تھی۔ کنیز نے سب سے پہلے گلاس کی طرف دیکھا۔ وہ اسی طرح بھرا ہوا تھا۔ ملکہ نے کنیز کو دیکھ کر کہا۔

"اس گلاس میں سے آدھا شربت تم پی جاؤ۔"

(یہ سنتا تھا کہ کنیز کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ ملکہ نے ڈانٹ کر کہا۔

"اسے پیو۔ یہ میرا حکم ہے۔"

کنیز تھر تھر کانپنے لگی۔ اسے صاف اپنی موت نظر آ رہی تھی۔ ماریا اس کے قریب کھڑی اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ کنیز ملکہ کا حکم نہیں ٹال سکتی تھی اور وہ مرنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk
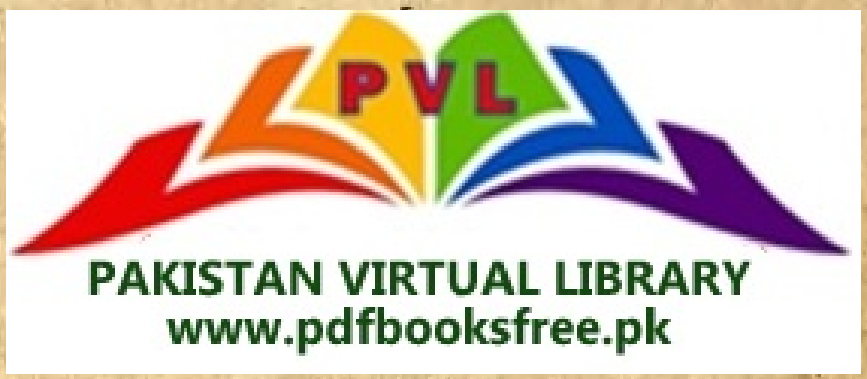
بھی نہیں چاہتی تھی۔ کنیز نے گلاس کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ پردے کے پیچھے سے ایک تیر سن کر کے آیا اور کنیز کے سینے میں آ کر گھُپ گیا۔ کنیز چیخ مار کر گر پڑی اور تڑپنے لگی۔ ماریا بھاگ کر پردے کے پیچھے گئی۔ ایک حبشی غلام بھاگ کر نظروں سے غائب ہو گیا۔